فکری سوغات

ادارہ المرصاد برائے نشر واشاعت

ALMERSAAD

کتاب کی خصوصیات

کتاب کا نام : فکری سوغات

مصنفین: مختلف

موضـوع : داعشـی خـوارج کا رد، دینـی، سیاسـی، جہادی اور دیگر مختلف و متنوع موضوعات

زبان : اردو

شمارہ : سوم

پیشکش : ادراہ المرصاد برائے نشر واشاعت

ALMERSAAD

فکری سوغات

معـاصر دنیـا، بالخصـوص اسلامـی ممالـک میـں موجـوده سیاسـی حـالات، عـالمِ اسلام کـے خلاف عـالمِ کفـر اور صلیبـی طاقتـوں کـی دسیسـاکاریوں، خفیـہ سازشـوں، پیـش آمـده واقعـات، رقابتـوں، عصرِ حـاضر کـے فتنـوں، داعشـی خـوارج اور دیگـر جدیـد باطـل تحریکـوں، نظریات اور رجحانات کے بارے میں

مختلـف اسلامـی مفکریـن، جیـد علمائـے کـرام، محققیـن اور تجزیـہ کاروں کـے دینـی، تاریخـی، اور سیاسـی تجزیـات، تحقیقـات، مقالات اور تصانیف کا

مجمـوعه

شماره سوم

فهرست

١	حالات حاضرہ پر المرصاد کی تبصرہ	١
٢	افغانستان اور پاکستان تعلقات: فوج میں ایک لابی مسائل کی جڑ	١
٣	فصل اول	٤
٤	أبطال امت	٤
٥	شہید حافظ منصور تقبلہ اللہ کی زندگی اور جہادی کارناموں کا مختصر جائزہ	٥
٦	شہید ملا محمد منصوری تقبلہ اللہ کی زندگی اور کارناموں پر مختصر نظر	١٠
٧	فصل دوم	١٢
٨	خوارج العصر	١٢
٩	داعش، خلافت کو بدنام کرنے والے	١٣
١٠	داعش رو بہ زوال ہے!	١٨
١١	جہادی تحریکوں کے مقابلے میں داعش کا انتہا پسندانہ مؤقف	٢١
١٢	داعش، خفیہ ایجنسیوں کے ہرکارے	٢٥
١٣	داعش کا سفر؛ عراق میں ظہور سے لے کر افغانستان میں شکست تک!	٢٧
١٤	فصل سوم	٣٠
١٥	دینی او ر جہادی تحریریں	٣٠
١٦	اسلامی نظام میں امر بالمعروف کا نمایاں کردار!	٣١
١٧	امارت اسلامیہ کے بیرونی ممالک کے ساتھ تعلقات اسلام کی روشنی میں	٣٣
١٨	رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت دنیا کے حالات!	٣٦
١٩	امت مسلمہ کس جانب گامزن ہے؟	٤٠
٢٠	تمدنوں کے مرکز میں اسلامی تمدن کی کرن	٤٢

۲۱	فصل چہارم	٤٤
۲۲	سیاسي اور اجتماعی تحریریں	٤٤
۲۳	افغانستان پر سوویت یونین کی یلغار: مختصر تاریخی پس منظر اور دوسروں کے لیے درسِ عبرت	٤٥
۲٤	ابدالی اور غزنوی کے فرزند اپنا انتقام لے کر رہتے ہیں!	٤٧
۲٥	امارت اسلامی کا مقدس نظام اور جمہوریت کا پراگندہ دامن	٤٩
۲٦	او آئی سی کی متنازعہ کانفرنس، پاکستان کی مداخلت پسندی کا تسلسل	٥٣
۲۷	ریاستِ پاکستان افغانستان کے سابقہ (جمہوری) حکومت کی پالیسی اور نقش قدم پر گامزن	٥٦
۲۸	پاکستان افغانوں کی تاریخ سے عبرت حاصل کرے!	٥٩
۲۹	او آئی سی کا دوہرا معیار؛ ملالہ کی حمایت، افغان خواتین کے حقوق کے بارے میں تشویش لیکن فلسطین کی حالتِ زار پر خاموشی	٦٠
۳۰	کیا حاجی خلیل الرحمن حقانی کی شہادت ریاست کی کمزوری اور دشمن کی طاقت پر دلالت کرتی ہے؟	٦٣
۳۱	امارت اسلامی افغانستان کی خودمختار خارجہ پالیسی، ایک نئے باب کا آغاز	٦٥
۳۲	افغانستان: مکمل امن وآشتی کی سرزمین!	٦٨
۳۳	فصل پنجم	٦٩
۳٤	مختلف تحریریں	٦٩
۳٥	پاکستان نے پشاور اور اس سے ملحقہ علاقوں میں داعش کے تربیتی مراکز کے وجود کا اعتراف کرلیا	۷۰
۳٦	داعشی رہنماؤں کی مالی بدعنوانیاں، ان کے کارکنوں میں تشویش پیدا کر رہی ہیں!	۷۱
۳۷	کابل میں داعشی فتنہ گروں کا ایک اہم نیٹ ورک گرفتار	۷۳

حالات حاضرہ پر المرصاد کی تبصرہ

افغانستان اور پاکستان تعلقات: فوج میں ایک لابی مسائل کی جڑ

گذشتہ شب پاکستان کے جنگی طیاروں نے ڈیورنڈ لائن کے قریب صوبہ پکتیکا کے ضلع برمل میں بمباری کی، جو کہ بین الاقوامی قوانین اور انسانی حقوق کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ یہ حملہ اس وقت ہوا جب پاکستان کا ایک سیاسی وفد، افغانستان کے لیے اپنے خصوصی نمائندے صادق خان کی قیادت میں، کابل میں افغان حکومتی رہنماؤں سے ملاقاتوں اور مذاکرات میں مصروف تھا۔ اس حملے نے ایک بار پھر دنیا کے سامنے سول حکومت پر فوج کی ایک مخصوص لابی کی بالادستی کو اجاگر کردیا ہے۔

پاکستان کی سیاسی حکومت ایک طرف سفارتی مذاکرات کے ذریعے تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کر رہی ہے جبکہ دوسری طرف ایک لابی ایسی بھی ہے جو نہیں چاہتی کہ یہ کوششیں کامیاب ہوں۔ یہ لابی بے گناہ لوگوں کا خون بہاتی ہے، جو کہ اس کی منافقت، غیر قانونی سیاست اور غیر سنجیدہ پن کی بدترین مثال اور مستقل روش ہے۔

فوج میں یہ لابی قومی اور ریاستی مفادات کے مقابلے میں اپنے مفادات کو ترجیح دیتی ہے اور ایسے اقدامات اٹھاتی ہے جو نہ صرف خطے میں بدامنی کو بڑھاتے ہیں، بلکہ اپنی عوام اور ملک کو عالمی سطح پر شرمندگی، ذلت اور داخلی تناؤ کا شکار کرتے ہیں۔

افغان سرزمین پر بمباری کے ذریعے اس مخصوص لابی نے یہ پیغام دیا کہ وہ خطے میں امن اور مفاہمت کی ہر سنجیدہ، مثبت اور حقیقی کوشش کو روکنے کے لیے اپنی پالیسی پر قائم رہے گی۔ ٹی ٹی پی اور پاکستانی حکومت کے درمیان مذاکرات کو سبوتاژ کرنا بھی اس لابی کی ایک کامیاب کوشش تھی اور وہ جرنیل جو امن کے ذریعے مسئلے کا حل چاہتے تھے، ان میں سے بعض کے خلاف مختلف مقدمات بنائے گئے، کچھ کو ملک سے فرار پر مجبور کیا گیا اور کچھ کو مختلف بہانوں سے جیل میں ڈال دیا گیا۔

اس حملے میں زیادہ تر وہ پناہ گزین نشانہ بنے ہیں جو پاکستان میں جاری فوجی آپریشنز کے نتیجے میں بے گھر ہو کر افغانستان کے علاقوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے تھے۔ افغان حکومت نے ان پناہ گزینوں کے لیے فرضی ڈیورنڈ لائن سے دور پناہ گزین کیمپ قائم کیے اور زیادہ تر انہیں ایسی ہی جگہوں پر منتقل بھی کیا گیا تاکہ پاکستان کے خدشات کو دور کیا جا سکے، لیکن ان تمام اقدامات کے باوجود افغان

سرزمین پر بے گناہ لوگوں کو نشانہ بنانا نہ صرف غیر اخلاقی اور غیر قانونی عمل ہے، بلکہ یہ بین الاقوامی قوانین کی کھلی خلاف ورزی بھی ہے۔

پاکستانی فوج میں اس مخصوص لابی کا یہ رویہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں کہ وہ اپنی بقاء اور معاشی مفادات کے لیے جنگ اور بدامنی کو ضروری سمجھتے ہیں۔ افغانستان اور پاکستان کی معیشت کو نقصان پہنچانے کے لیے جان بوجھ کر ایسے حملے کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دونوں ممالک ایک اور جنگ میں ملوث ہوں۔

اس لابی کی اس نوعیت کی کاروائیاں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ وہ کسی بھی قیمت پر خطے میں امن اور سکون نہیں چاہتی، کیونکہ امن کے قیام کے ساتھ نہ صرف ان کے فوجی اور سیاسی اثرورسوخ کا خاتمہ ہوگا، بلکہ ان کی جنگی معیشت بھی شدید نقصان اٹھائے گی۔

پاکستان کی داخلی صورتحال اس پالیسی کا مکمل منظر پیش کرتی ہے۔ اس وقت ملک شدید سیاسی اور اقتصادی بحرانوں کا شکار ہے جس کی اصل وجہ اس مخصوص لابی کی ہر مسئلے میں مداخلت ہے۔ انہوں نے ملک کو اپنی ذاتی جاگیر اور ملکیت سمجھ لیا ہے، جہاں سیاسی قیادت کو کمزور کرنا، سیاستدانوں کو جیلوں میں ڈالنا، میڈیا پر پابندیاں لگانا اور عوام پر گولیاں چلانا، انہیں قتل کرنا اور لاپتہ کرنا معمول بن چکا ہے۔

اس وقت سیاست اور معیشت دونوں شعبے اس لابی کی ناکام پالیسیوں کی قربان گاہ بن چکے ہیں، جس سے عوام کو شدید نقصان پہنچا ہے اور حتی کہ انہیں اپنے بنیادی حقوق سے بھی محروم کردیا گیا ہے۔

افغانستان پر اس مخصوص لابی کا حملہ یہ حقیقت مزید واضح کرتا ہے کہ فوج نے اپنی داخلی ناکامیوں کو چھپانے کے لیے بیرونی حملوں کو ایک ذریعہ بنا لیا ہے۔ اس لابی کی یہ حکمت عملی نہ صرف پاکستان کو عالمی سطح پر تنہا کر رہی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ خطے میں بدامنی اور بحران کو بھی بڑھاوا دے رہی ہے۔

فوج عالمی سطح پر اپنے جنگی معاشی فوائد کے حصول کے لیے ایسے اقدامات اٹھا رہی ہے، جس کے نتیجے میں وہ اپنے جرنیلوں کی جیبیں تو بھرنے میں کامیاب ہوجائے گی، لیکن ملک اور عوام مزید غریب اور غیر مستحکم ہوتے جائیں گے۔ اس لابی کی پالیسیوں کی بدولت پاکستان عالمی سطح پر ایک غیر ذمہ دار ریاست کے طور پر ابھرا ہے، جہاں

نہ قانون کی حکمرانی ہے، نہ انسانی حقوق کا احترام کیا جاتا ہے اور نہ ہی بین الاقوامی قوانین پر عمل کیا جاتا ہے۔

گزشتہ چند دہائیوں میں فوج نے پاکستان کی داخلی اور خارجی پالیسیوں کو اپنے مفادات کے لیے اس طرح ترتیب دیا ہے کہ نہ صرف ان کی حیثیت کو نقصان پہنچا ہے، بلکہ خطے میں امن کے قیام کے امکانات بھی ختم ہو گئے ہیں۔

افغان سرزمین پر حملے، چاہے وہ کسی فرضی خطرے کے خلاف ہوں یا کسی اور بہانے کے تحت، دراصل فوج میں اس لابی کی ان پالیسیوں کا حصہ ہیں جن کا مقصد اپنے اقتصادی مفادات کا تحفظ کرنا ہے، چاہے اس کے نتیجے میں ہزاروں بے گناہ انسانوں کا خون بہتا ہو۔

پاکستان کے عوام کو یہ سوال اٹھانا چاہیے کہ یہ لابی کب تک ان غیر ذمہ دار پالیسیوں کو جاری رکھے گی اور کب ایسا نظام آئے گا جس میں انسانی زندگی اور بین الاقوامی قوانین کے احترام کو ترجیح دی جائے گی۔

پاکستانی عوام کو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ پاکستان کی فوج کی یہ مخصوص لابی نہیں چاہتی کہ دونوں ممالک ایک دوسرے کے قریب آئیں اور ان کے درمیان اعتماد کی فضا قائم ہو۔ اس لابی نے دونوں ممالک کے درمیان بد اعتمادی پیدا کرنے، موجودہ تنازعات کو بڑھاوا دینے اور عوامی جذبات کو دبانے کے لیے مختلف راستے اختیار کیے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ پاکستان اور خطے میں بیرونی ایجنڈوں کو بھی آگے بڑھا رہے ہیں۔

افغانستان اب ایک مضبوط قیادت کے تحت ہے جو ہر قسم کی جارحیت کا مؤثر اور جرات مندانہ جواب دینے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہے۔ پاکستان کی جانب سے کیے جانے والے کسی بھی حملے یا جارحیت کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا، اگر اس خطے میں پاکستانی فوج کی غیر ذمہ دار پالیسیوں کی وجہ سے جنگ کی فضا قائم ہوگی تو اس کے منفی اثرات دونوں ممالک کے عوام پر پڑیں گے۔

اب بھی وقت ہے کہ پاکستان کی عوام اور سیاستدان اس مسئلے کی سنگینی پر توجہ دیں اور اس بے قابو فوجی لابی کی ناجائز مداخلت کا راستہ روکیں، تاکہ پاکستان، افغانستان، خطہ اور دنیا ان کے منفی اثرات سے محفوظ رہ سکے۔

فصل اول

أبطـــال امت

شہید حافظ منصور تقبلہ اللہ کی زندگی اور جہادی کارناموں کا مختصر جائزہ

اندھیرے میں صرف ستارے چمکتے ہیں؛ اللہ تعالی کی عظیم اور بے انتہا مخلوقات میں، زمین پر بھی وہی ستارے چمکتے ہیں جو راہ چلنے والوں اور راستہ بھٹکنے والوں کی رہنمائی کرتے ہیں تاکہ وہ اپنی منزل تک پہنچ سکیں۔

یہ چمکتے ہوئے ستارے وہ لوگ، وہ انسان ہیں جو اللہ کے ہدایت کے نور سے اپنے سینوں کو روشن کرتے ہیں، یہی نور ان کے لئے اندھیروں میں روشنی کی مانند ہوتا ہے اور وہ دوسروں کی رہنمائی کے لئے چمکتے ہیں۔

اسی رہنمائی کی بدولت میں آج ان روشن ستاروں میں سے ایک ستارے، تاریکیوں اور ظلمتوں میں دوسرے انسانوں کے لیے رہنمائی کا مینار شہید حافظ منصور تقبلہ اللہ کے بارے میں لکھنا چاہتا ہوں۔

اسلامی امت کے بہادر، نامور، مشہور، قربانی دینے والے اور اپنی جانیں پیش کرنے والے جانبازوں میں سے ایک عظیم ہیرو جودشمن کی سینوں سے نکل کر ان کے دلوں تک پہنچنے والے تیر کی طرح، شہید حافظ زین اللہ، جو حافظ منصور کے نام سے مشہورتھے۔

۱ پیدائش :

شہید حافظ منصور تقبلہ اللہ، جو اسلامی امت کے عظیم سپاہی اور مقدسات کی حفاظت کے لئے ہمیشہ تیار رہنے والے مجاہد تھے، ۱۳۷۵ ہجری شمسی میں میدان وردگ کے چک ضلع کے بابا قلعہ گاؤں میں پیدا ہوئے، ان کے والد کا نام مرحوم سرگل تھا۔

۲ تعلیم :

شہید حافظ منصور تقبلہ اللہ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کی مسجد میں گاؤں کے امام سے حاصل کی، اور پھر قرآن عظیم الشان کی تعلیم اور حفظ کا آغاز کابل صوبے کے پانچویں زون کے نیازبیک علاقے میں حضرت ابو بن کعب رضی اللہ عنہ کی دینی مدرسے میں کیا۔ اسی مدرسے میں قرآن عظیم الشان حفظ کرنے کے بعد، اسی دینی مدرسے میں اسلامی علوم کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔

۳ جدو جہد :

شہید حافظ منصور نے اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ مجاہدین کی صفوں میں شمولیت اختیار کی اور سید آباد کے جہاد اور شہید پرور ضلع شنیزمیں حاجی مولوی محمد نبی خالدحفظہ اللہ کے گروپ میں صلیبیوں کے بلیک لسٹ میں شامل، امریکیوں کے سب سے بڑے قاتل جن کے سرکی قیمت بھی لگائی گئی تھی، میری مراد امیرگل قریشی رحمہ اللہ کے ساتھیوں شامل ہوکر صلیبی دشمنوں اور ملکی غداروں کے خلاف جدوجہد کی ابتداء کی۔

اپنی جنگی صلاحیتوں کو بڑھانے کے لئے انہوں نے ہمیشہ خود کو جسمانی طور پر مضبوط بنانے کی کوشش کی، تاکہ وہ دشمن کے خلاف خوب مزاحمت کرسکیں، شہید حافظ منصور ہر قسم کے آپریشنز میں نہایت بہادری کے ساتھ شامل ہوتے تھے اور اپنے ساتھیوں کی مدد کرتے تھے۔

شہید حافظ منصور تقبلہ اللہ ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے ہر قسم کے دشمن کے خلاف سخت ترین اور مؤثر جدوجہد کا عزم رکھتے تھے۔

شہید حافظ منصور تقبلہ اللہ، اس کے علاوہ کہ وہ مذکورہ علاقے میں اپنی مقدس جدوجہد میں مصروف تھے، کابل میں الحاج حمداللہ حیدر صاحب حفظہ اللہ کے ساتھ ایک فعال چریکی مجاہد کے طور پر اور وہاں شہری ساتھیوں کے لیے عسکری سامان اور مواد کی فراہمی اور نقل و حمل میں اہم کردار ادا کرتے تھے۔

شہید حافظ منصور نہ صرف میدان جنگ میں سرگرم تھے بلکہ کابل میں بھی اپنے مجاہد ساتھیوں کو ضروری جنگی سامان فراہم کرنے میں پیش پیش تھے۔

ان تمام مصروفیات کے باوجود، شہید حافظ منصور نے وردگ صوبے کی سیدآباد ضلعے کی متعلقہ یونٹ کی تشکیل میں کئی بار امریکی منصوبے، داعش کے خلاف بھی جہاد کیا، اسی مقصد کے تحت، انہوں نے ننگرہار کے اُفق پر شیطان کے ان بلند سینگوں کوجڑ سے اکھاڑنے کے لیے مذکورہ صوبے کا سفر کیا اور وہاں بہادری سے ان کے خلاف جنگ لڑی، بارہا ان کے امراء کی جانب سے شہید حافظ منصور تقبلہ اللہ کی جنگی تشکیل میں شمولیت کی درخواست بار بار رد کردی جاتی تھی، کیونکہ یہ اسفار یا ان تشکیلات میں خدمت مختلف مشکلات کی حامل تھی، لیکن شہید حافظ منصور تقبلہ اللہ بڑے شوق، ذوق، مضبوط عزم اور پختہ ارادے کے ساتھ ان تشکیلات میں شرکت کرتے تھے۔

شہید حافظ منصور اپنے ہم سنگر ساتھیوں کے علاوہ، متعلقہ علاقے کے دیگر مجاہدین اور عوام کے ساتھ بھی ایسا تعلق اور برتاؤ رکھتے تھے، جیسے وہ ایک طویل عرصے سے دوست رہے ہوں یا انہوں نے ایک ساتھ بہت وقت گزارا ہو۔

تمام مجاہدین اور عام مسلمانوں کے ساتھ ان کا نیک رویہ، عمدہ اخلاق اور مجموعی طور پر ان کی خدمت، اخلاقی لحاظ سے ان کی خاصیتیں تھیں، اخلاقی پہلو سے شہید حافظ منصور کا جتنا بھی ذکر کیا جائے یا میں ان کے بارے میں جتنا بھی لکھوں؛ پھر بھی ان کی اخلاقی جہت یا پہلو کی نسبت یہ مثال ایسے ہوگی جیسے مشت نمونہ از خروارے۔

یہ کہ شہید حافظ منصور تقبلہ اللہ کا خاندان کابل میں رہتا تھا لیکن وہ ضلع وردگ میں شہادت تک مسافر رہے، اسی علاقے کے مجاہدین، عوام اور خاص طور پر شنیزدرہ کے پتانخیل گاؤں کے استاد در محمد اور استاد محمد جاوید کے ساتھ، جہاں وہ زیادہ تر انہی گھروں میں رہتے تھے، انہوں نے خاندان کے ایک فرد کی طرح وقت گزارا اور اسی گاؤں کے مسجد میں رمضان المبارک کے مہینے میں ختم قرآن عظیم الشان کا اہتمام بھی کرتے تھے۔

شہید حافظ منصور تقبلہ اللہ کی تمام جدوجہد، قربانیاں، محنتیں اور کوششوں کا واحد مقصد اور ہدف اللہ جل جلالہ کی زمین پر شریعت کانفاذ اور ایک خالص، پاکیزہ اسلامی نظام کا قیام تھا۔

٤ شہادت :

شہید حافظ منصور تقبلہ اللہ نے وردگ صوبے کے سیدآباد ضلع میں متعدد آپریشنز میں فزیکلی موجودگی کے علاوہ، کئی بار اسلام، مسلمانوں اور خاص طور پر عالمی سطح پر اسلامی تحریکوں کو ختم کرنے کے لیے بنائے گئے منصوبے داعشی خوارج کے خلاف ننگرہار کے پہاڑوں کی طرف جہادی سفر کیے اور وہاں اسلام کے دیگر غازیوں کے ساتھ مل کر اس منحرف عمل کے خلاف بڑی جنگ میں نمایاں حصہ لیا۔

یہ گمراہ طبقہ غازیوں کی سخت کاروائیوں کے تحت مایوسی اور تباہی کے دہانے پرآں کھڑاہوا؛ اس وقت قابض قوتوں نے ہمیشہ داعش کے ساتھ تعاون کے لیے مجاہدین غازیوں کے ابتدائی اور فرنٹ لائن کے مورچوں پر فضائی حملے اور رات کے چھاپے شروع کر دیے۔

رات کے فضائی آپریشنز کے دوران، شہید حافظ منصور اور وہاں موجود فرنٹ لائن کے دیگر مجاہدین قابض افواج کے چھاپوں اور فضائی حملوں کا شکار ہوئے؛ اور وہ ۲۴/۸/۱۳۹۷ ہجری شمسی کو ننگرہار ولایت کے خوگیانو ضلع کے وزیرو تنگی علاقے میں، داعشی گمراہوں اور ان کی مدد کے لیے آنے والی قابض افواج کی ایک چھاپے کے دوران شدید مزاحمت کے بعد، قابض افواج کے ایک فضائی حملے میں چند دوسرے ساتھیوں کے ساتھ شہادت کے اعلی مرتبے پر فائز ہوئے، نَحْسَبُهم كَذٰلِك وَالله حَسِيْبُهُمْ۔

۵ یادیں :

شہید حافظ منصور کی ایک یاد انجینئر صاحب صفی اللہ نے بیان کی ہے، جو ان کے گھر میں رہتے تھے:

رمضان المبارک کے مہینے میں جب وہ تراویح کا ختم کرتے، تو علاقے کے جید علماء، مجاہدین اور بزرگوں کی شرکت سے ایک شاندار محفل منعقد کرتے، گاؤں کے لوگ اور نوجوان انہیں لباس اور تحفے دیتے؛ اور اسی صبح وہ آواز دیتے: "انجینئر صاحب، گاڑی چلائیں اور لباس مہمان خانے سے لے آئیں"۔ دونوں جاتے، اور یہ لباس وہ شہداء کے بچوں اور غریب لوگوں کے گھروں میں تقسیم کرتے۔

شہادت سے متعلق ان کے بھائی نے واقعہ بیان کیا:

جیسے کہ ہم نے پہلے ذکر کیا، شہید حافظ منصور تقبلہ اللہ کا خاندان اور بھائی کابل میں رہتے تھے؛ تو شہید حافظ منصور نے وصیت کی تھی کہ مجھے سیدآباد ضلع کے پتانخیل گاؤں کی قبرستان میں ہمارے ایک دوسرے شہید دوست فرید احمد (جو کوچی کے نام سے مشہور تھے) کے ساتھ دفن کیا جائے۔

لیکن خاندان کے تمام افراد، والدہ اور بھائیوں کے شدید اصرار کے بعد، جن کی خواہش تھی کہ شہید حافظ منصور کو یہاں کابل میں دفن کیا جائے، ہم نے ان کی بات مان لی اور انہیں کابل میں دفن کرنے کا بندوبست کرنے لگے۔

شہید کے بھائی نے مجھے ایک واقعہ سنایا وہ کہتے ہیں:

ہمارے محلے میں ایک اعلیٰ سطح کا سیکیورٹی اہلکار رہتا تھا، میں اس کے پاس گیا اور اس سے مدد طلب کی تاکہ ہمارے جنازے اور مراسم میں کوئی حکومت کی جانب سے رکاوٹ نہ ڈالے؛ موسم بھی اس وقت گرمی کا تھا، شدید گرمی تھی، اور شہید حافظ

منصـور بھـی اس وقـت ننگرہـار میـں تھـے اور ان کا جسـد ابھـی تـک وہـاں سـے نہیـں پہنچـا تھـا، اس شـخص نـے جـواب دیـا کـہ کوشـش کریـں کـہ جلـدی نعـش پہنـچ جائـے، کیونکـہ شـدید گرمـی ہـے، اور جـب آپ کـے بھائـی کا جسـد پہنچـے گا تـو اسـے بغیـر جنازے کـے دفـن کـر دیں، کیونکہ گرمی بہت زیادہ ہے، اب وہ بالکل خراب ہو چکا ہوگا۔

میـں نـے اس سـے کہـا: اگـر واقعـی وہ شـہید ہـو کـر مـرا ہـے تـو وہ تـازہ ہـوگا، اور اگرشـہید نہیـں ہواتـو پھـر وہ ویسـا ہـی ہـوگا جیسـا تـم کہـہ رہـے ہـو، اس نـے مجـھ سـے کہـا: یـہ تمہـارے دوسـتوں کـی کہانیـاں ہیـں، ہـر انسـان گل سـڑ جاتـا ہـے، اور اب تـو وہ بالـکل ہـی خـراب ہـو چـکا ہوگا؛ کیونکہ وہاں ننگرہار میں ۴۵ ڈگری تک گرمی ہے، تم سمجھ رہے ہویانہیں؟

جب شـہید کا جنـازہ آیـا، میـں نـے اسـے فـون کیـا کـہ آ کـر اسـے دیکھـو! یـہ شـہید ہیـں؛ اور جـب اس نـے شـہید حافـظ منصـور تقبلـه اللـه کا مبـارک جسـم دیکھـا، تـو وہ روتـا ہـوا، آہ و فغـاں کرتـا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

شہادت جنت کا دروازہ، جو بہادروں کے قدم چومتا ہے!
یـہ وہ عظیـم مقـام ہـے جسـے انبیـاء، صدیقیـن اور صالحیـن کـے
بعـد سـب سـے بلنـد رتبـہ حاصـل ہـے۔ شـہید کا خـون زمیـن پـر
نہیـں گرتـا، بلکـہ اللـہ کـے حضـور عـرش کـو مہـکا دیتـا ہـے۔
قـرآن گواہـی دیتـا ہـے کـہ شـہداء زنـدہ ہیـں، انہیـں رزق دیـا
جاتـا ہـے، اور وہ خـوش ہوتـے ہیـں اُن نعمتـوں پـر جـو اللـہ نـے
ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں۔
شـہادت، ایـک لمحـے کا فـدا ہونـا ہـے... اور ہمیشـہ کـے لیـے
سرخرو ہو جانا ہے!

شہید ملا محمد منصوری تقبلہ اللہ کی زندگی اور کارناموں پر مختصر نظر

شہید ملا محمد منصوری تقبلہ اللہ غور ولایت کے مرغاب ضلع کے شورابہ گاؤں کے رہائشی تھے، وہ ۱۳۷۲ ہجری شمسی میں ایک مذہبی اور دیندار خاندان میں پیدا ہوئے۔
انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم ۱۳۸۴ ہجری شمسی میں اپنے گاؤں کے امام مسجد سے حاصل کی اور پھر ۱۳۸۵، ١٣٨٦ ہجری شمسی میں شرعی علوم کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ولایت فاریاب کا سفر کیا، اس کے بعد انہوں نے ۱۳۸۷ سے ۱۳۸۹ ہجری شمسی تک کابل میں تعلیم حاصل کی اور ۱۳۹۰ اور ۱۳۹۱ ہجری شمسی میں پشاور اور کوئٹہ کا بھی سفر کیا۔
شہید ملا محمد منصوری تقبلہ اللہ بچپن سے ہی فقر اور غربت کا سامنا کرتے آرہے تھے، مگر یہ مشکلات کبھی بھی ان کی تعلیم اور جہادی سرگرمیوں کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنیں۔ انہوں نے بہت عزم اور کامیابی کے ساتھ اپنی دینی تعلیم کومکمل کیا۔
جہاد اور دعوت کا آغاز:
۱۳۹۱ ہجری شمسی میں شہید ملا منصوری تقبلہ اللہ نے امریکی قبضے اور فتنوں کے خاتمے کے لیے مسلح جہاد اور دعوت باضابطہ طور پر شروع کیا، وہ ایک پُر عزم، ایمان ویقین کے مالک اور بہادر داعی تھے، جو ذلت وخوف سے نفرت کرتے تھے، انہوں نے کھلم کھلا جہاد کا راستہ اختیار کیا۔
شہید ملا محمد منصوری تقبلہ اللہ ہمیشہ مسلمانوں کی باہمی اختلافات سے پریشان رہتے تھے اور اس پرافسوس کرتے تھے کہ وہ دشمن کے خلاف ایک صف میں کیوں نہیں کھڑے ہوتے، وہ ان لوگوں پر بھی بہت افسوس کرتے تھے جو جہاد اور مجاہدین کے مخالف تھے۔
شہید منصوری تقبلہ اللہ نے اپنے دینی اور ایمانی فرض کی ادائیگی کے لیے انتھک جدوجہد کرتے ہوئے، دعوت کا کام جاری رکھا، وہ اکثر اپنی دعوتی سرگرمیاں مساجد، مجالس اور دیگر مقامات پر محبت اور ہمدردی کے ساتھ سرانجام دیتے تھے۔
شاید مبالغہ نہیں ہوگا اگر کہا جائے کہ شہید ملا منصوری تقبلہ اللہ حقیقت میں مجاہدین اور اسلامی امت کے سچے نوجوانوں میں سے تھے، انہوں نے اپنی جوانی کو جہاد اور قابض دشمن کے خلاف جدوجہد کے لیے وقف کیا ہوا تھا؛ مجموعی طور پر شہید ملا منصوری ایک بلند اخلاق اور عظیم خصوصیات کی حامل شخصیت تھے، جن کی ساری

زندگی قابل تقلید ونمونہ ہے۔

ایسی شخصیات کی زندگی کو مشعل راہ بنانے کی ضرورت ہے، ان کی قربانیاں آنے والی نسلوں کے لیے روشنی کا مینار بننی چاہیئیں، تاکہ آئندہ نسل ان کی روشنی میں قدم اٹھائے اور اپنے اسلاف کی کامیابیوں پر فخر کرے۔

شہید ملا محمد منصوری تقبله الله نے اسلامی نظام میں درج ذیل ذمہ داریاں ادا کیں:

١ : مرغاب ضلع کے امیر کمیشن

٢ : مرغاب ضلع کے دعوت و ارشاد کے مدیر

٣ : چار اضلاع (چارصدہ، مرغاب، دولتیار، لعل و سرجنگل) کے عمومی نگران

٤ : غور ولایت کے اقتصادی نائب

٥ : اداره منبع الجہاد کے خصوصی نمائندے۔

ان کی جہادی اور عسکری سرگرمیاں صرف غور ولایت تک محدود نہیں تھیں، بلکہ انہوں نے سرپل، فاریاب اور جوزجان ولایتوں میں بھی اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں، حالانکہ ان کے بیشتر آپریشنز غور ولایت کی حدود میں ہی انجام پائے تھے۔

شہادت:

شہید ملا محمد منصوری تقبله الله کی شہادت کی کہانی اس وقت سے شروع ہوتی ہے، جب داعش مرغاب ضلع کے رغسکن گاؤں تک پہنچی اور وہاں اپنا ہیڈکوارٹر قائم کیا، یہ امارت اسلامی کے مجاہدین کے لیے ایک بڑا چیلنج بن گئی، اس وقت ولایت کے گورنر الحاج مولوی عبدالقیوم کی قیادت میں مجاہدین نے اس فتنے کا خاتمہ کرنے کے لیے جنگ کی اور داعش کے جنگجوؤں کو جوزجان ولایت کے درزاب ضلع کی طرف پسپا کر دیا۔

بعد ازاں، امیرالمؤمنین شیخ الحدیث والتفسیر ھبۃ الله اخوندزاده حفظه الله کی طرف سے چار ولایتوں کے ذمہ داران کو وسیع آپریشنز کا حکم دیا گیا، جن میں خوارج (داعش) کو ایک بڑا دھچکا پہنچا۔

تقریباً بیس دن کی مسلسل جنگ کے بعد، ۱۳۹۷ ہجری شمسی میں، شہید ملا محمد منصوری تقبله الله درزاب ضلع میں ایک دھماکے میں شہید ہوئے، جو خوارج کی جانب سے کیا گیا تھا، وہ صبح کی نماز کے بعد شہادت کے بلند مقام تک پہنچے۔

نحسبه کذالک والله حسیبه۔

فصل دوم

خـوارج العصر

داعش، خلافت کو بدنام کرنے والے

تحریر: عزیز عازم

معاصر حملہ آور کفار جدید ٹیکنالوجی، مادی وسائل اور سرد یا فکری جنگ کے تمام وسائل کے ساتھ اپنی طاقت کے ذریعے اسلامی ممالک کو ایک بڑے اژدہے کی طرح اپنی گرفت میں لے چکا ہے اور ان کے کچھ منصوبے تو ایسے ہیں جو نصف صدی بلکہ پوری ایک صدی تک کا وقت لیتے ہیں، تاکہ اسلامی ممالک اور مسلمان قوم سے وہ معنوی اقدار لوٹ لیں جن کے ذریعے یہ قوم پوری تاریخ اسلامی میں سر بلند رہی، وہ اصول و ضوابط جو انسانوں کو غلامی اور ظالمانہ خودساختہ قوانین سے نجات دلانے والی تھیں۔

بدقسمتي سے اپنے ان مذموم منصوبوں کو انھوں نے کلیسا اور عالمی یہودی کمپنیوں کی حمایت کے ساتھ ساتھ ایسے جھوٹے مسلم رہنماؤں کا استعمال کرتے ہوئے عملی جامہ پہنایا، جنھوں نے برسوں تک اپنے پروپیگنڈا وسائل اور آلات کے ذریعے ان کا پرچار کیا تھا اور ایسی شخصیات تخلیق کی تھیں جو ظاہری طور پر اپنے ملکوں کے عوام میں مقبولیت کی حامل تھیں، لیکن پردے کے پیچھے ان کے تمام تر تعلقات انہی کے ساتھ تھے اور اگر منصوبہ ناکام ہوتا یا یہ رہنما اپنی پوزیشن سے ہٹتے تو انہیں فوجی بغاوتوں اور احتجاجات کے ذریعے اقتدار سے ہٹا دیا جاتا تھا۔

شاید اس کی بہترین مثال مصر کے سابق صدر محمد مرسی کو اقتدار سے علیحدہ کرنا اورپھر شہید کرنا تھا، جسے مصری فوج اور مغربی حمایت یافتہ مصری فوج کے سربراہ عبدالفتاح سیسی کے ہاتھوں عملی جامہ پہنایا گیا۔

اس کے علاوہ وہ رہنما جو امریکی یونیورسٹیوں کے قوانین، اداروں اور بین الاقوامی تعلقات کے شعبوں سے فارغ التحصیل ہو چکے تھے اور فکری طور پر ان کے ہرکارے بن چکے تھے، انہیں اپنے خفیہ منصوبوں کے لیے سامنے لایا گیا۔

ان مذموم منصوبوں کا ایک اور پہلو تکفیری اور بیرونی گروہ تھے جنہیں مغربی خفیہ اداروں کی حمایت حاصل تھی اور جنھوں نے خالص اسلامی تحریکوں اور نظاموں کے خلاف بغاوت اور سرکشی کی تھی؛ ان میں سب سے جدید اور بدنام گروہ عراق اور شام میں داعش تھا، جنہیں وہاں حکومت قائم کرنے کا موقع دیاگیا۔

داعش نے امریکی انٹیلی جنس اداروں کی حمایت سے اسلامی اقدار، مساجد، شعائر اسلام اور حقانی علماء کو نشانہ بناکر راستے سے ہٹایا، جس کا مقصد ان کے اپنے مالی کاروبار، جنسی تجارت، تاریخی آثار کی لوٹ مار اور دیگر بدفعلیاں شامل تھیں، جن کے تمام ثبوت آج بھی یوٹیوب اور خوارج کے نشریاتی نیٹ ورکس میں موجود ہیں، خوارج کے ذریعے حملہ آوروں کے کچھ دیگر منصوبے اور ذرائع بھی تھے، جو مندرجہ ذیل تھے:

۱ خلافت اور خلیفہ

یہ ہمارے موضوع کا اہم ترین نقطہ ہے جس سے داعشی خوارج نے بہت برا فائدہ اٹھایا اور ابھی بھی اٹھا رہے ہیں، خلیفہ اور خلافت بہت ہی مقدس الفاظ ہیں، ہر انسان زمین پر خدا تعالی کا خلیفہ اور نمائندہ ہے، حقیقی خلافت میں اسلامی ممالک کے درمیان سرحدیں اور حملے ختم ہو جاتے ہیں اور صرف اسلام ہی سرحد کی حیثیت اختیار کرتا ہے۔
لیکن مسلمانوں کو اپنے اس مقدس مقصد سے روکنے کے لیے مغربی استعمار نے سب سے پہلے عراق اور شام میں داعش یا اسلامی دولت کے نام سے ایک دہشت گرد گروہ قائم کیا اور پھر افغانستان میں بھی امارت اسلامی کو توڑنے، ان میں تفرقہ ڈالنے کے لیے عراقی داعش کی دیکھا دیکھی خوارج کو میدان میں اتارا، جنہوں نے اس مقدس نام سے ناجائز فائدہ اٹھاکر معصوم عوام کو وحشت اور بربریت سے دوچار کیا، ان خوارج نے اس کے باوجود کوئی ایسی کامیابی بھی حاصل نہیں کی جسے وہ دنیا کے سامنے پیش کرسکیں۔
داعشی خوارج خلافت کا نعرہ لگاکر پسِ پردہ استعمار کے مقاصد کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں، مسلمانوں کے درمیان ان نعروں کا راگ الاپ کر تفرقہ اور اختلافات پیدا کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں خلافت اور ایک خلیفہ کے تصور کو اس حد تک مسخ کردیں کہ وہ اس کی خواہش سے دستبردار ہوجائیں اور یہی استعماری طاقتوں کا اصل مقصد ہے۔
خراسانی خوارج کی صفوں میں وہ تمام منحوس اور ناپسندیدہ افراد شامل ہیں جو اپنی قوموں اور معاشروں میں اپنے لیے کوئی جگہ نہیں پائی اور بالآخر مجبور ہوکر استعمار کی گود میں جا کر پناہ لی، تاکہ اقتدار اور وسائل حاصل کریں اور اسلام کے نام پر اپنی تجارت کریں، انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ ان شاء اللہ اپنے مذموم مقاصد میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔
وہ تمام نوجوان جو خوارج کی صفوں میں شامل ہوئے ہیں، انہیں اپنے جھوٹے اور نقاب پوش رہنماؤں کی جانب سے سبزباغ دکھائے گئے، جس کے بعد انہوں نے عوام کی دولت

لوٹـی، عـوام کـی عـزت و آبـرو سـے کھلـواڑ کیـا، انہـوں نـے غنیمـت کـے نـام پـر یـا ڈالـرز میـں دی جانـے والـی تنخـواه کـے حصـول کـے لیـے خلافـت کـے نـام پـر ایسـی وحشـتناک جرائـم کا ارتـکاب کیاہے جس کے تذکرے سے انسانیت شرما جاتی ہے۔

۲ اچھے اور برے مسلمان :

مغربـی اور کفـری انٹیلیجنـس حلقـوں نـے مسـلمانوں کـے درمیـان تفرقـہ و اختـلاف پیـدا کرنـے کـے لیـے مسـلمانوں کـو "اچھـے اور بـرے" گروپـوں میـں تقسـیم کیـا اور بعـض ممالـک کـو اپنـے دوست ممالک کے طور پر منتخب کیا جبکہ کچھ کو پابندیوں اور تنقید کا شکار بنایا۔

وہ مسـلمان جـو مغربـی اور امریکـی اقـدار وروایـات کـو اچھـا سـمجھتے تھـے، جـو اپنـے کلیـن شـیو چہـرے، ٹائـی اور خیـالات تـک ان کـے حامـی تھـے، جـو صـرف نـام کـی حـد تـک مسـلمان تھـے، اس قسـم کـے لـوگ مغربـی کفـار کـے ہـاں اچھـے مسـلمان ٹھہـرے، جبکـہ ظاہـرا و باطنـا مسـلمان لـوگ، باحجـاب خواتیـن اور اسـلامـی شـعائر پـر عامـل مسـلمان بـرے مسـلمان کہلائـے جانـے لگـے، جـن کـو سـزا بھـی یـہ دی جارہـی ہـے کـہ وہ مغربـی ممالـک کـی شـہریت حاصـل کرنے سے محروم کردیے گئے ہیں۔

۳ خوارج کی مالی مدد اور فتنے پیدا کرنا :

خـوارج کـی تشـکیل اور دیگـر فتنـوں کا وجـود میـں آنـا سـرد جنـگ اور فکـری جنـگ کـے خطرنـاک تریـن ذرائـع میـں سـے شـمار کیـے جاتـے ہیـں، جـن کـے ذریعـے مسـلمانوں کـو اسـلام کـی اصـل روح اور راسـتے سـے زبردسـتی یـا رضاکارانـہ طـور پـر منحـرف کیـا جاتـا ہـے اور بیـش بہـا انعامـات اور سازشـوں کـے ذریعـے انہیـں اپنـے جـال میـں پھنسـا لیـا جاتـا ہـے، پھـر آہسـتہ آہسـتہ اسـلام سـے متعلـق ان کـے انـدر تحقیـر، جہـاد اور آزادی کـے جذبـے کـو مٹـا دیـا جاتـا ہـے اور بالآخـر جہـاد کو خود کشی کے طور پر باور کروایاجاتاہے۔

عـراق، شـام اور پھـر "خراسـان اسـلامی ریاسـت" کـے نـام سـے خـوارج کـو وجـود میـں لانـا، اس فتنـے کـی بـڑی مثالیـں ہیـں، جنہـوں نـے افغانسـتان میـں بھـی اپنـے تمـام طاقـت اور حمایـت سـے اسـلام کـی توہیـن کـے لیـے کام کیـا، لیکـن امـارت اسـلامـی کـے مجاہدیـن نـے ان کا نـام اور نشان اس طرح مٹا دیا کہ خود عالمی سطح پر اس کا اعتراف کیا جاتا ہے۔

٤ شیعہ اور سنی :

شـیعہ اور سـنی کـے نـام پـر مسـلمانوں کـے درمیـان تفریـق پیـدا کرنـا اور ان کـے درمیـان مسـلح جنگـوں کـو بڑھـاوا دینـا، جـس کـی منصوبـہ بنـدی اور فنڈنـگ علاقـے اور ہمسـایہ ممالـک کـی طـرف سـے کـی جاتـی تھـی، سـرد جنـگ کا ایـک اور منصوبـہ تھـا جـو داعشـی خـوارج کـے ذریعـے

عملی شکل اختیار کررہا ہے۔

جمہوری حکومت کے حامی داعشی خوارج نے کابل اور دیگر صوبوں میں تکیہ خانوں اور عبادت گاہوں پر شدید حملے کیے، عبادت کرنے والوں، خواتین اور بچوں کو قتل کیا، لیکن امارت اسلامی کے برسرِ اقتدار آتے ہی یہ سب کچھ ختم ہوگیا۔

۵ انتہاپسند اور معتدل مسلمان :

انتہاپسند یا اصطلاحاً سخت گیر اور میانہ رو یا معتدل مسلمان پیدا کرنا خارجی فتنہ اور استعمار کا ایک اور بڑا ذریعہ تھا، جس کے ذریعے اندرونی طور پر معاشرتی اداروں، جماعتوں اور گروپوں کی تخلیق کی گئی، تاکہ اصل حقیقی مسلمانوں کو جو اپنے دین اور اقدار کے دفاع میں جدوجہد کر رہے ہیں، انتہاپسند سمجھا جائے، جبکہ وہ مسلمان جو صرف دعا اور نماز تک محدود رہتے ہیں اور سیاست یا اسلامی معاشرے کی تعمیر، ترقی اور تحفظ میں حصہ نہیں ڈالتے، انہیں معتدل مسلمان سمجھا جائے، یہ فتنہ مغربی اور مشرقی مسلمانوں کے درمیان ایک بڑے تصادم کا ذریعہ بن چکا ہے۔

۶ عدم تشدد پر مبنی اسلام :

اگرچہ حملہ آور اور سردجنگ کرنے والے خوارج کو ہر قسم کی فوجی اور وسائل کرتے ہیں اور انہیں کرائے کے قاتلوں کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جبکہ دوسری طرف وہ عدم تشدد کے فلسفے کی تبلیغ کرتے ہیں اور برحق جہاد کو تشدد اور ظلم سے تعبیر کرتے ہیں، جو انہیں قابل قبول نہیں ہے۔

کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اسلامی ممالک کی خودمختاری اور حقیقی اسلامی نظام کے نفاذ کا سب سے بہترین طریقہ جہاد اور مسلح جدوجہد ہے، تاکہ جارحیت کرنے والوں کو شکست دی جا سکے۔

۷ متمدن اور جدید اسلام :

یورپ میں سولھویں صدی میں رینسانس کے آغاز میں یہ نظریہ پیش کیا گیا کہ دین اور سیاست کو علیحدہ ہونا چاہیے، عیسائیت اور سیاست کو الگ ہونا چاہیے، کیونکہ یہ منسوخ دین اتنا مسخ اور بدل چکا تھا کہ اس کی اصل روح تقریباً فراموش کی جاچکی تھی۔

مغرب نے جب ترقی کی تو بدقسمتی سے چند مسلم رہنماؤں نے بھی اسلام اور سیاست کو علیحدہ کرنے کے نظریے کو پیش کیا، جو کلی طور پر غلط تھا، کیونکہ اسلام ہمیشہ ایک معقول اور روحانی اقدار پر مبنی سیاست کا حامل رہا ہے۔

انھوں نے ان مسلمانوں کو متمدن اور معتدل کہا جو جمہوری نظاموں اور مغربی ٹیکنالوجی کے زیر اثر اپنی حکومتیں نام نہاد انتخابات کے ذریعے قائم کرتے تھے جبکہ حقیقی مسلمان جو اس غیر معقول جمہوری نظام کے خلاف تھے، انہیں انتہاپسند اور پسماندہ مسلمان کا لقب دے کر ان کے خلاف ہر قسم کے محاذ کھول دیے گیے۔

داعش کا دعویٰ خلافت کا ہے، مگر عمل اس کے برخلاف ہے۔ یہ لوگ اسلامی نظام نافذ کرنے کے بجائے، خود اسلامی خلافت کے مفہوم کو بگاڑتے اور اسے بدنام کرتے ہیں۔ ان کی انتہا پسندانہ کارروائیاں نہ صرف اسلام کے چہرے کو مسخ کرتی ہیں بلکہ خلافت جیسے عظیم نظام کو بھی عوام کی نظروں میں مشکوک بناتی ہیں۔

حقیقی خلافت عدل، رحمت اور حکمت کا نظام ہے نہ کہ دہشت اور افراط کا نام!

داعش رو بہ زوال ہے!

تحریر: بهیر افغان

موجودہ صورتحال میں انتہاپسند گروہ جیسے داعش اسلامی ممالک خاص طور پر امارت اسلامیہ افغانستان کے لیے ایک خطرہ بنے ہوئے ہیں، یہ گروہ اسلام کی ایک خاص من گھڑت تعبیر کی بنیاد پر اپنی مرضی کی خلافت قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور تشدد و دہشت گردی کے ذریعے مختلف علاقوں میں اپنا وجود ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

افغانستان جو گزشتہ برسوں میں بحرانوں کا مرکز رہا ہے، یہاں داعش کی سرگرمیاں بڑے پیمانے پر جاری تھیں، تاہم اس وقت حالات کا تجزیہ اور امارتِ اسلامیہ کے اعلیٰ حکام کے بیانات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ داعش نہ صرف افغانستان کی عوام میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ یہ زوال کی جانب گامزن ہے۔

انس حقانی نے چند دن پہلے العربیہ نیٹ ورک کے ساتھ گفتگو میں کہا: داعش امارت اسلامی میں کسی قسم کا اثر و رسوخ نہیں رکھتی اور اس کے نظریات سے امارت کے افراد و ارکان کسی بھی طرح متاثر نہیں ہیں۔

ان کی باتیں نہ صرف داعش کے خلاف امارت اسلامیہ کی کامیابی کی عکاسی کرتی ہیں بلکہ امارت اسلامیہ کی قیادت کی دانشمندی اور عزم کا بھی ثبوت ہیں۔

امارت کے رہنما سمجھتے ہیں کہ افغانستان میں داعش کا وجود صرف بدامنی اور عدم استحکام کا سبب ہے اور یہ ملک و قوم کے لیے کسی بھی طرح سے دینی یا قومی مفاد میں نہیں۔

اس کے علاوہ یہ بیان اس بات کا مظہر ہے کہ طالبان نے بحیثیت افغان حکمرانوں کے داعش جیسے انتہاپسند نظریات سے خود کو بچا کر، ملک میں اپنی حکومت کو مستحکم کرنے اور امن قائم کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ اس بنا پر داعش طالبان حکومت کے خلاف ایک اجنبی اور مخالف گروہ کے طور پر ظاہر ہوئی ہے جو افغانستان کے حکومتی ڈھانچے میں اپنی جگہ نہیں بنا سکتی، افغانستان میں داعش کے لیے دیگر ممالک کے مقابلے میں عوام میں اثر و رسوخ حاصل کرنے کے لیے سنگین رکاوٹیں موجود ہیں۔

رکاوٹوں کی وجوہات :

اول: افغانستان اور اس کے عوام اپنی مضبوط مذہبی اور ثقافتی تاریخ کی وجہ سے خاص سماجی اور سیاسی تبدیلیوں میں وسیع تجربہ رکھتے ہیں جو آسانی سے تکفیری اور تشدد پر مبنی نظریات کے اثر میں نہیں آسکتے، افغان عوام عمومی طور پر انتہاپسند گروپوں پر یقین نہیں رکھتے اور اس حوالے سے انہوں نے اپنے ماضی کے تجربات سے کافی سبق سیکھے ہیں جن کے ذریعے انہوں نے بیرونی اور دہشت گرد طاقتوں کے خلاف فائدہ اٹھایا ہے۔

دوم: اگرچہ داعش نے کچھ علاقوں میں اپنے قدم جمانے کی کوشش کی ہے لیکن اس گروہ کی معاشرتی حیثیت اور عوامی حمایت کی کمی کی وجہ سے وہ ملک میں مستقل طور پر جڑ نہیں پکڑ سکی۔ حقیقت یہ ہے کہ داعش کی زیادہ تر سرگرمیاں افغانستان میں خودکش حملوں اور محدود فتنہ انگیزیوں کی صورت میں ہوئی ہیں جو یا تو ناکام کردی گئیں یا سرے سے منصوبے کی ابتداء میں ہی انہیں ختم کردیاگیا۔

یہ صورتحال ظاہر کرتی ہے کہ داعش نہ صرف داخلی حمایت کی کمی کا سامنا کر رہی ہے بلکہ امارت اسلامی کی قیادت کے خلاف کوئی بڑا خطرہ پیدا کرنے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتی۔

داعشی زوال کا ایک اہم سبب :

ایک اہم عامل جو داعش کے زوال کے عمل کو تیز کر رہا ہے، وہ وہ اقدامات ہیں جو امارت اسلامیہ نے اس گروہ کے خلاف اٹھائے ہیں۔

امارتِ اسلامیہ نے مسلسل داعش کے خلاف مختلف علاقوں میں ملٹری و سیکیورٹی آپریشنز کیے ہیں، جن کی وجہ سے داعش کی قوت ختم ہوئی ہے اور اس کے فعال نیٹ ورکس کا خاتمہ ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ہی امارت اسلامیہ نے ملک میں اپنی حکمرانی کے بہترین انتظام کے ذریعے داعش کی سرگرمیوں کو محدود کیا ہے اور بیشتر مواقع پر وقت سے پہلے ہی ان کا قلع قمع کیاگیاہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت داعش نہ صرف افغانستان کے حکومتی ڈھانچے میں اثرورسوخ نہیں رکھتی بلکہ اس گروہ کے ظاہری خطرات بھی کم ہوئے ہیں کہ اب اس گروہ کا مستقبل افغانستان میں بہت تاریک نظر آرہا ہے۔

آخر میں کہا جاسکتا ہے کہ داعش افغانستان میں گہری جڑیں نہیں رکھتی اور صرف ایک عارضی خطرہ ہے جو عوام کی حمایت کی کمی اور طالبان کی سیکیورٹی اقدامات کے

نتیجے میں زوال پذیر ہے، اگرچہ اس گروہ نے بعض اوقات دہشت گرد حملے کیے ہیں لیکن چونکہ ان کے پاس کوئی سماجی جواز اور عوامی حمایت نہیں ہے، اس لیے افغانستان میں یہ طویل مدت تک قائم نہیں رہ سکتے۔

امارت اسلامیہ نے اپنی دانشمندی اور حفاظتی تدابیر کے ذریعے نہ صرف داعش کا مقابلہ کیا ہے بلکہ ملک میں استحکام کے قیام کے لیے بھی مصروف ہے، ایسا لگتا ہے کہ مستقبل قریب میں داعش افغانستان کے سیاسی اور سیکیورٹی منظرنامے سے مکمل طور پر ختم ہو جائے گی۔

امارتِ اسلامی افغانستان کے دلیر مجاہدین اور خصوصی کمانڈو فورسز نے پیچیدہ اور مؤثر کارروائیوں کے دوران خوارج داعشی گروہ کو سختی سے کچل دیا ہے، اور ان کے کئی اہم رہنما، ذمہ داران اور جنگجوؤں کو ہلاک کر دیا ہے۔ اس دباؤ اور تنظیمی انتشار کے نتیجے میں داعش اپنی رسوخ اور پھیلاؤ کی صلاحیت سے محروم ہو چکی ہے اور ان کے فاسد و دہشتگردانہ مقاصد کی راہ میں اُن کی مزاحمت کمزور پڑ گئی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ، اسلامی و جہادی قوتوں کی یہ مضبوط جدوجہد آئندہ بھی جاری رہے گی اور بالآخر داعش کی مکمل شکست کا باعث بنے گی۔

جہادی تحریکوں کے مقابلے میں داعش کا انتہا پسندانہ مؤقف

تحریر: عبود بلخی

داعش عالمی جہادی تحریکوں کے مقابلے میں باطل اور انتہا پسند مؤقف رکھتی ہے اور زیادہ تر جہادی تحریکوں کو اسلام سے منحرف اور کفار کے دوست و حامی قرار دیتی ہے؛ یہ لوگ امارت اسلامی، جبهة النصره، القاعده، حماس، الشباب، انصار الاسلام اور تحریک طالبان پاکستان کے خلاف اپنے انتہا پسند عقیدے کی بنیاد پر جنگ کو جائز سمجھتے ہیں اور ان مجاہدین کے قتل کو درست قرار دیتے ہیں۔
ہم یہاں داعشی خوارج کے ان دعوؤں کو مختصر طور پر بیان کریں گے جن کی بنیاد پر وہ مجاہدین کے خلاف جنگ میں ملوث ہیں۔

۱ امارتِ اسلامی کے خلاف داعش کا مؤقف :

داعش کے مطابق امارت اسلامی، افغانستان میں ایک قومی حکومت بنانے پر زور دیتی ہے اور داعش کے نام نہاد دہشت وبربریت پر مبنی عالمی خلافت کے تصور کو مسترد کرتی ہے۔ اسی وجہ سے داعش کے ہاں امارت اسلامی کے خلاف جنگ کرنا ضروری ہے اور یہ ان کی ذمہ داری ہے۔
جبکہ اسلامی امارت نے ابتدائی سالوں میں فساد اور برائی کے خلاف اخلاص کے ساتھ بھرپور جنگ لڑی، اپنے ملک کو تقسیم سے بچایا، ظلم و جبر کا خاتمہ کیا، امن قائم کیا اور ایک مکمل اسلامی نظام قائم کیا۔ اس کے بعد امارت اسلامی نے مغربی حملہ آوروں کے خلاف بیس سال تک جہاد کرنے کے بعد کامیاب ہوکر افغانستان میں ایک بار پھر اسلامی نظام نافذ کرکے امن وامن کی فضا قائم کرنے میں کامیاب ہوئی۔

۲ القاعدہ کے خلاف داعش کا مؤقف :

داعش اپنی تنظیم کو ہی ایک اسلامی خلافت مانتی ہے اور دعویٰ کرتی ہے کہ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ داعش القاعدہ کو اس لیے تنقید کا نشانہ بناتی ہے کہ وہ خلافت کے قیام کے اصل مقصد سے وفادار نہیں ہیں اور صرف محدود علاقوں میں سرگرم ہیں، جبکہ داعش عالمی خلافت کے قیام پر زور دیتی ہے۔
داعش کے مطابق، القاعدہ کی پالیسی "نرمی" پر مبنی ہے اور انہیں تنقید کا نشانہ بناتی

ہے کہ وہ کفریہ ممالک کے ساتھ تعلقات استوار کرتے ہیں اور سیاسی و طویل مدتی جنگ پر یقین رکھتے ہیں۔ القاعدہ عام مسلمانوں کی حمایت کو اہمیت دیتی ہے، جبکہ داعش کا ماننا ہے کہ صرف تشدد اور عسکری جنگ کو ترجیح دی جانی چاہیے، اس بات کا خیال رکھے بغیر کہ عام مسلمانوں کی حمایت حاصل ہو یا نہ ہو۔

اس کے برعکس، القاعدہ عالمی جہاد کے لیے مسلمانوں کو بیدار کرنے اور کفریہ طاقتوں سے اسلامی سرزمینوں کا دفاع کرنے کے لیے ایک اہم تحریک کے طور پر ثابت ہوئی ہے۔

۳ جبهة النصره یا تحریر الشام کے خلاف داعش کا مؤقف :

جبهة النصره جو کہ اصل میں القاعدہ کی ایک شاخ تھی، وہ شام میں مقامی گروپوں اور لوگوں کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کو ترجیح دیتی ہے اور شام کی جنگ کو اپنے مقامی جہاد کے طور پر مانتی ہے۔ داعش اس کو عالمی خلافت کے خلاف ایک انٹیلیجنس منصوبہ سمجھتی ہے اور ان کے نزدیک جبهة النصره کا مقامی لوگوں کی حمایت کو اہمیت دینا ایک غلط اقدام ہے۔

داعش کا مؤقف یہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں کی حمایت کو اہمیت نہیں دیتی اور اس کے بجائے تشدد اور سخت مؤقف پر زور دیتی ہے۔ جبهة النصره یا تحریر الشام کو داعش "نرمی" اختیار کرنے والوں کے طور پر دیکھتی ہے، ان کے سیاسی اقدامات اور مقامی معاہدوں کو تنقید کا نشانہ بناتی ہے اور ان کے خلاف جنگ کو جہاد سمجھتی ہے۔

اس کے باوجود، تحریر الشام نے اپنے علاقے کی آزادی اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے کی گئی کوششوں میں اکثر جہادی تحریکوں کے مقابلے میں بہتر ثابت ہوئی ہے۔

٤ حماس کے خلاف داعش کا مؤقف :

داعش کے نزدیک حماس ایک دہشت گرد تنظیم ہے اور اس کا حکومتی نظام اسلام کے دین کے مطابق نہیں ہے، داعش نے حماس کی جہادی تحریک کے ساتھ اپنا اختلاف تقریباً ۲۰۱۵ء سے شروع کیا، جب داعشیوں نے غزہ میں حماس کے چند حامیوں کے سر قلم کیے اور کہا کہ وہ "اصل اسلام" سے منحرف ہو چکے ہیں۔

داعش اپنے پروپیگنڈا مہم میں حماس پر تنقید کرتی ہے اور انہیں "کفار کے دوست" قرار دیتی ہے۔ داعش کے مطابق، حماس عالمی طور پر ایک آزاد اسلامی خلافت کے قیام کے لیے مخلص نہیں ہے اور فلسطین کے مسئلے کا حل ان کے مقاصد سے متصادم ہے، حالانکہ حماس ابھی بھی بیت المقدس اور فلسطینی سرزمین کی آزادی کے لیے عملی طور پر یہودیوں کے خلاف جنگ میں مصروف ہے۔

۵ تحریک طالبان پاکستان کے خلاف داعش کا مؤقف :

داعـش اور تحریـک طالبـان پاکسـتان (TTP) کـے مابیـن تعلقـات بھـی دشـمنی پـر مبنـی ہیـں، داعـش تحریـک طالبـان پاکسـتان کـو ایـک ایسـی تنظیـم کـی نظـر سـے دیکھتـی ہے جو عـالمِ اسلام میں اپنے کنٹرول اور اثر و رسوخ کے لیے ان کی ایک حریف ہے اور وہ اپنے نظریات اور نظام کو اس خطے میں پھیلانے کی کوشش کرتی ہے۔

داعش اپنے آپ کو عالمی خلافت کے طور پر پیش کرتی ہے اور عالمی اسلامی حکومت کے قیـام کا دعـویٰ کرتـی ہـے، جبکـہ تحریـک طالبـان پاکسـتان خـاص طـور پـر پاکسـتان میـں اسلامی حکومت قائم کرنے کے لیے لڑ رہی ہے اور اپنے قومی مقاصد کے لیے سرگرم ہے۔ یـہ فـرق دونـوں تنظیمـوں کـے درمیـان بنیـادی نظریاتـی تضـاد پیـدا کرتـا ہـے، کیونکـہ داعـش صرف اپنے نظریے کو درست سمجھتی ہے اور دوسری تنظیموں کو باطل اور منحرف قرار دیتی ہے۔

۶ الشباب کے خلاف داعش کا مؤقف :

داعش اور الشباب کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف مسابقتی موقف پایا جاتا ہے۔ الشباب صومالیہ اور مشرقی افریقہ میں ایک فعال جہادی جماعت ہے جو القاعدہ سے منسلک ہے جبکہ داعش خود کو ایک عالمی خلافت کے قیام کے خواہاں کے طور پر پیش کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ تمام اسلامی گروہ اس کے تحت اور اس کی اطاعت میں آجائیں۔

الشباب نے القاعدہ کے ساتھ بیعت کی ہے اور ان کے نظریات و رہنمائی پرعمل پیرا ہے، جبکـہ داعـش کا القاعـدہ کـے سـاتھ پرانـی اور گہـری دشـمنی ہـے کیونکـہ وہ چاہتـی ہـے کـہ الشباب اس کی خلافت کا حصہ بنے۔

اس کے علاوہ، داعش افریقہ میں اپنے اثر و رسوخ کو بڑھانے کی کوششیں کر رہی ہے اور چاہتی ہے کہ وہ الشباب پر دباؤ ڈالے تاکہ وہ اس کی بیعت کو قبول کرے۔ تاہم الشباب اپنی خودمختاری کو برقرار رکھنے کے لیے پرعزم ہے اور داعش کے اثر و رسوخ اور مزعومہ خلافت کے پھیلاؤ کے خلاف سخت مؤقف اختیار کیے ہوئے ہے۔

۷ انصار الاسلام کے خلاف داعش کا مؤقف :

داعـش اور انصـار الاسلام ایـک دوسـرے کـے حریـف سـمجھے جاتـے ہیـں اور یـہ مقابلـہ خـاص طـور پـر اُس وقـت شـدت اختیـار کـر گیـا جـب داعـش نـے ۲۰۱٤ء میـں عـراق اور شـام میـں خلافت کا اعلان کیا۔ اس کے بعد سے داعش نے کوشش کی کہ تمام جہادی گروہ اپنے جعلی خلافت کے زیرِ اثر لے آئے لیکن انصار الاسلام نے ان کی بیعت اور کنٹرول کو مسترد

کرکے اپنی خودمختاری برقرار رکھی ہوئی ہے۔

داعـش چاہتـی تھـی کـہ تمـام جہـادی گـروہ اس کـی جعلـی خلافـت کا حصـہ بـن جائیـں جبکـہ انصـار الاسلام اپنــے آزادانــہ کام اور مقامــی مقاصــد پــر توجــہ کیــے ہوئــے ہــے اور داعــش کــے دعوائــے خلافـت کـو سرے سـے جائـز نہیـں سـمجھتی۔ انصار الاسلام خـود کـو ایـک آزاد اسلامـی گروہ قرار دیتی ہے اور داعش کی خلافت کے دعوے کو تسلیم نہیں کرتی۔

اس کــے علاوہ داعـش ایـک سـخت انتہاپسندانہ مؤقـف اختیـار کیــے ہوئــے ہــے اور اپنــے مزعـوم جہـاد کــے لیــے اکثر بــے رحـم و وحشـی حربــے اسـتعمال کرتـی ہــے، جبکـہ انصـار الاسلام اس سـخت اور انتہاپسـندانہ مؤقـف کـی مخالفـت کرتـی ہـے اور چاہتـی ہـے کـہ وہ نـرم اور اسلامـی اصولوں کے مطابق اپنی سرگرمیاں جاری رکھے۔

اس کــے علاوہ، داعـش ایـک انتہاپسـندانہ موقـف اختیـار کرتـی ہــے اور جہـاد کــے لیــے اکثر بــے رحـم حربــے اسـتعمال کرتــی ہــے، جبکــہ انصــار الاسلام اس سـخت اور افراطـی موقـف کـی مخالفـت کرتـی ہـے اور چاہتـی ہـے کـہ وہ نـرم اور اسلامـی اصولـوں کـے مطابـق موقـف اختیـار کرے۔

مجموعـی طـور پـر داعـش ایـک خارجـی اور انتہاپسـند گـروہ ہـے جـن کا مقصـد مسـلمانوں سـے قتـل وقتـال اور ان کــے مابیــن تفرقــہ پیداکرنــے کــے سـوا کچــھ نہیــں، داعــش کــے کارنـدے مسـاجد، مـدارس، اسـکولوں، بـازاروں اور ہوٹلـوں میـں شـہریوں کـو نشـانہ بناتـے ہیـں۔ جسـے مالی وسائل، انتظامات اور حمایت موساد، CIA اور آئی ISI سے حاصل ہوتی ہے۔

داعش، خفیہ ایجنسیوں کے ہرکارے

تحریر: راشد شفیق

گذشتہ چند سالوں سے امت مسلمہ کے لیے ایک بڑی خطرہ نوجوان نسل کی گمراہی اور فکری انحراف ہے، جو اسلامی خلافت یا داعش کے نام سے جاری ہے، حقیقت میں امت مسلمہ کی مشکلات اور بحرانوں میں اضافے کی وجہ سے انٹیلیجنس اداروں نے مذموم سیاست کے ذریعے یکے بعد دیگرے مسلمانوں کے اقدار و شعائر کے خلاف اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا۔

اپنے تربیت یافتہ افراد کے ذریعے مسلم امت کے نوجوانوں کو اسلامی خلافت (داعش) کے نام پر دھوکہ دیاجارہاہے، یہ افراد اپنی انتہاپسندانہ نظریات کی بنیاد پر انسانیت اور اسلام کے حقوق کو پامال کرتے ہیں، مقدس مذہبی مقامات پر حملے کرتے ہیں اور امت مسلمہ کے بہادر مجاہد افراد کی شہادت کو اپنا مقصد سمجھتے ہیں۔

داعش خود کو اسلام کا نمائندہ سمجھتی ہے، لیکن حقیقت میں اس کے اقدامات اسلام کے رواداری اور انصاف کے اصولوں کے خلاف ہیں، کیونکہ اسلام انسانی حقوق اور ان کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

> وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ > (یقیناً ہم نے بنی آدم کو عزت دی ہے)۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اسلامی نظام قائم کیا، تو یہ نظام انہوں نے انسانی کرامت کے تحفظ کی بنیاد پر ہی قائم کیا، یہ انسانی کرامت بغیر کسی مذہب یا عقیدے کی تفریق کے ہر انسان کا حق ہے۔

حتیٰ کہ اسلام نے جنگ کے میدان میں بھی ایسے قوانین مقرر کیے ہیں جو انسانی کرامت کا تحفظ یقینی بناتے ہیں، لیکن اس کے برعکس، داعش بے گناہ انسانوں کو قتل کرتی ہے، قیدیوں کو تشدد کا نشانہ بناتی ہے اور اپنے افراد کو اسلامی نظام کے خلاف جنگ کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

جیسا کہ مصائب وآلام کے واقعات طویل عرصے سے ہمارے ملک میں وقوع پذیر ہورہے تھے اور یہ خطہ ہمیشہ استعماری طاقتوں کے حملوں کا شکار رہا، اس وقت جب ہمارا پیارا ملک امریکہ اور نیٹو کی استعماری طاقتوں کے ذلت آمیز قدموں تلے تھا اور اس کا مستقبل

نامعلوم مسائل تھا، اس دوران عالمی انٹیلیجنس اداروں نے اسلامی خلافت (داعش) کے نام پر بنائی گئی جماعت کو افغانستان میں فعال کردیا تاکہ اس طریقے سے ان افغانوں کو جو ظاہراً غریب نظر آتے ہیں، اپنے مذموم مقاصد کا شکار کرسکیں۔

لیکن اللہ کے فضل اور بہادر افغان عوام کی قربانیوں کے باعث، ان کے تمام مزعومہ مقاصد یکے بعد دیگرے ناکام ہوئے، وہ افغانستان میں اپنے مذموم عزائم کو مکمل نہیں کر سکے۔

اب امت مسلمہ کے نوجوان دینی احکامات کے فلسفے پر غور کرتے ہوئے اور اسلامی نظام کے وسیع پہلوؤں کی تحقیق کرتے ہوئے اس حقیقت تک پہنچ چکے ہیں کہ داعشی اس زمانے کے خوارج ہیں اور عالمی انٹیلیجنس اداروں کے نمائندے ہیں؛ داعش وہ گروہ ہے جو اسلامی نظام کے ساتھ شدید مخالفت رکھتا ہے، وہ اپنے تکفیری اور انتہاپسندانہ نظریات کے ذریعے مختلف ظالمانہ طریقوں سے اسلام کی پاکیزہ شکل کو دنیا میں بدنام کرنا چاہتے ہیں۔

اب جب کہ ہمارے اسلامی ملک میں شہداء کے خواب شرمندہ تعبیر ہوئے کہ امن وامان کی فضا میسر ہوئی اور شریعت اسلامی کا نفاذ ہوا ہے، تو ضروری ہے کہ علماء، دانشور اور معاشرے کی بااثر شخصیات مغربی ممالک کے مذموم مقاصد کے خاتمے کے لیے محنت اور کوشش کریں تاکہ نوجوانوں میں عمومی آگاہی اور دین و ملک کی خدمت میں فعال کردار ادا کیا جا سکے۔

ان حضرات کو چاہیے کہ وہ ماضی سے سبق سیکھیں اورامت مسلمہ کے نوجوانوں کو استعماری گروپوں کا شکار بننے سے روکیں، ان کی اسلامی اور شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ غیر ملکی منافقانہ پالیسیوں کو عملی طور پر ناکام بنائیں، اسی طرح عالم اسلام کی سطح پر داعش کے خلاف ایک مشترکہ حکمت عملی اپنانی چاہیے جو صرف فوجی کارروائیوں پر منحصر نہ ہو بلکہ داعش کے خلاف منظم فکری جدوجہد کی جانی چاہیے۔

داعش کا سفر؛ عراق میں ظہور سے لے کر افغانستان میں شکست تک!

تحریر: فرہاد فروتن

وہ گروہ جو داعش کے نام سے معروف ہے، ایک انتہاپسند اور متشدد گروہ ہے جو مشرق وسطیٰ کے بحرانوں اور عدم استحکام کے مرکز سے ابھرا، یہ گروہ سب سے پہلے عراق میں ظاہر ہوا اور مرکزی حکومت کی کمزوری، سیاسی خلاء اور مذہبی و نسلی بحرانوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تیزی سے ترقی کرتے ہوئے وسیع علاقے اپنے کنٹرول میں لے لئے۔

لیکن ان کے مطالبات صرف عراق تک محدود نہیں رہے؛ بلکہ بہت جلد انہوں نے اپنی کوششیں شام اور پھر دیگر علاقوں میں، خاص طور پر افغانستان اور وسطی ایشیا تک پھیلائیں۔

افغانستان میں داعش کا ظہور صورتحال کو مزید پیچیدہ بنا گیا، اس گروہ نے جمہوری نظام اور ان کے غیر ملکی آقاؤں کی موجودگی میں، سیکیورٹی کے ابتر صورت حال، داخلی مسائل اور علاقائی بحرانوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے قدم جمانے کی کوشش کی، داعش نے اپنے ظالمانہ حربوں جیسے خودکش حملوں، بڑے پیمانے پر قتلِ عام اور دہشت گردانہ کارروائیوں کے ذریعے اپنے وجود کو ثابت کرنے کی کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہو سکی۔

امارت اسلامی کے دوبارہ اقتدار میں آنے کے ساتھ ہی داعش کی طاقت میں کمی آ گئی؛ جہاں بھی اس نے سر اُٹھایا، اسے کچل دیا گیا اور ان کے تمام منصوبے ناکام ہو گیے۔ اس لئے انہوں نے مجبوراً ہمسایہ ممالک میں پناہ لی تاکہ وہاں سے اپنے تخریبی کاروائیاں اپنے آقاؤں کی خوشنودی کے لیے کبھی کبھار انجام دینے لگے۔

عراق اور شام میں دولت اسلامی(داعش) کے نام سے اس گروہ کا ظہور معاصر دنیا کے لیے ایک بڑے سیکیورٹی اور سماجی چیلنجز میں سے تھا، اس گروہ نے ابتدائی طور پر عراق کی سیاسی، مذہبی اور سماجی بحرانوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے آپ کو طاقتور بنایا اور پھر خفیہ انٹیلیجنس کی مدد سے اپنی طاقت کو افغانستان تک بڑھانے کی کوشش کی۔

لیکن داعش کو معلوم نہ تھا کہ وہ عوامل جو عراق میں اس گروہ کی طاقتور ہونے کا

سبب بنے، افغانستان میں بہت مختلف ہیں اور یہاں اسے سخت شکست کا سامنا کرنا پڑے گا؛ ہم مختصر طور پر کچھ نکات ذکر کریں گے اور ان کا افغانستان کی صورتحال سے موازنہ کریں گے۔

۱ دونوں ممالک کی مرکزی حکومتوں کا فرق :

عراق میں مرکزی حکومت کی کمزوری داعش کی ترقی کی اصل وجہ تھی، بعث حکومت کے خاتمے اور صدام حسین کے اقتدار سے بے دخل ہونے کے بعد، عراق کا حکومتی ڈھانچہ بہت کمزور ہوگیا تھا۔ سیاسی و مذہبی جماعتوں کے درمیان شدید اختلافات اور وسیع فساد کے وجود نے ایسے حالات پیدا کیے کہ داعش نے عراق کے مختلف علاقوں میں آسانی سے اپنا اثر و رسوخ بڑھا لیا۔

عراق کی حکومت کی کمزوری اتنی زیادہ تھی کہ ۲۰۱۴ء میں جب داعش نے موصل شہر پر قبضہ کیا، حکومتی فورسز کی طرف سے کوئی سنجیدہ مزاحمت سامنے نہیں آئی۔

لیکن افغانستان میں سابقہ جمہوری نظام کے خاتمے اور امارت اسلامی کے دوبارہ اقتدار میں آنے کے بعد ایک طاقتور مرکزی حکومت تشکیل پائی، اس حکومت نے ملک کو مختلف بحرانوں سے نکال کر یکجہتی کی جانب گامزن کیا اور اس سرزمین کے تمام دشمنوں، بشمول داعش، کو ختم کردیا۔ امارت اسلامی نے اپنے طویل المدتی ٹارگٹڈ جنگوں کے تجربے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مختلف علاقوں میں کنٹرول کی صلاحیت دکھائی اور دیگر گروہوں کی طرح تقسیم نہیں ہوئی۔

۲ دونوں ممالک کی قومی اور فکری ڈھانچے کا فرق :

عراق میں شیعہ اور سنیوں کے درمیان شدید اختلافات کا وجود خاص طور پر امریکی حملے کے بعد اہل سنت کی عدم اطمینان کا باعث بنے، داعش نے اس عدم اطمینان کا فائدہ اٹھایا اور اپنے آپ کو اہل سنت کا محافظ ظاہر کیا۔ اس کے برعکس افغانستان میں مذہبی و مسلکی اختلافات کا وجود نہیں ہے۔ معاشرے کا معتد بہ حصہ سنی مسلمان ہیں اور اقلیتی گروہوں کو بھی مذہبی آزادی کا حق دیا جاتا ہے، افغانستان کا سماجی و معاشرتی ڈھانچہ اسلامی ہے اور اسلامی اخوت پر مبنی ہے، جس نے داعش کے اثر و رسوخ کو روکا ہے۔

۳ مالی وسائل تک رسائی میں فرق :

داعش نے عراق میں تیل پر کنٹرول حاصل کر کے وسیع پیمانے پر مالی وسائل حاصل کیے، عراق دنیا کے بڑے تیل پیدا کرنے والے ممالک میں سے ایک ہے اور داعش نے اپنے زیر قبضہ علاقوں (جیسے موصل اور کرکوک سے ۲۰۱۴-۲۰۱٦ تک) میں تیل کی غیر

قانونی فروخت کے ذریعے بڑی رقم کمائی؛ لیکن افغانستان میں داعش کو ایسی کوئی بڑے مالی وسائل نہیں ملے، مالی وسائل کی کمی افغانستان میں داعش کے لیے ایک بڑا چیلنج بن گئی۔

٤ دونوں ممالک کے میڈیا کے اثرات کا فرق:

داعش نے عراق میں پیشہ ورانہ تشہیر کے ذریعے عالمی سطح پر بہت سے حامی جمع کیے، اس گروہ نے فلموں اور میڈیائی پروپیگنڈے کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف مائل کیا، مگر افغانستان میں اگرچہ زرخرید میڈیا نے داعش کی میں تشہیر کی، لیکن خود اس گروہ کی میڈیا تک رسائی بہت محدود تھی۔

مجموعی طور پر داعش کی طاقت عراق میں اس ملک کی سیاسی اور سماجی حالات کی وجہ سے تھی، مگر افغانستان میں یہ حالات بالکل مختلف ہیں۔ اسلامی امارت کی داعش کے ساتھ دشمنی اور مذہبی اختلافات کا نہ ہونا، اسی طرح مالی وسائل نہ ہونا اس گروہ کی توسیع کی راہ میں رکاوٹ بن گیا ہے۔

داعش نے 2014 میں عراق میں ظہور کیا اور وسیع علاقوں پر قبضہ جما لیا، تاہم بین الاقوامی اور علاقائی قوتوں کی مشترکہ کوششوں سے یہ گروہ شکست سے دوچار ہوا۔ بعد ازاں، اس نے افغانستان کا رخ کیا، لیکن امارتِ اسلامی کے مجاہدین کی جانب سے کی گئی پیچیدہ اور بہادرانہ کارروائیوں کے نتیجے میں یہ گروہ وہاں بھی تباہ کر دیا گیا۔ آج افغانستان داعش کی دہشت گردی اور اس کے خطرناک و تکفیری فتنے سے پاک ہو چکا ہے۔

فصل سوم

دینی او ر جہادی تحریریں

اسلامی نظام میں امر بالمعروف کا نمایاں کردار!

تحریر: عبدالمالک رحیمی

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (نیکیوں کا حکم اور برائیوں سے روکنا) اسلامی نظام میں ایک انتہائی نمایاں اور اہمیت کا حامل شعبہ ہے، جس کے ذریعے مسلمانوں کی انفرادی اور معاشرتی زندگی میں بنیادی تبدیلیاں اور اصلاح کی جاسکتی ہے۔

ہر اسلامی حکومت دراصل مسلمانوں کی زندگی کے پانچ اہم مقاصد کی حفاظت کرنے کی ذمہ دار ہے جو کہ دین، جان، عقل، مال اور نسل پر مشتمل ہیں؛ اگر کسی اسلامی حکومت میں صرف لوگوں کے مال و دولت اور جان کا مکمل تحفظ ہو، لیکن ان کا دین اور عقل متاثر ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کامیابی کے بجائے وہ ہلاکت کے گڑھے میں گر رہے ہیں۔ اس لیے اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کے دینی اور عقلی لحاظ سے زوال، انحطاط اور فساد کو روکنے کی کوشش کرے۔

اصول فقہ کی کتابوں میں جب کسی شرعی عمل کے حُسن کی بات کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس عمل کا حسن یا تو بذات خود (لذاتہ) ہوگا یا کسی اور مقصد کے لیے (لغیرہ) ہوگا، لغیرہ کے لیے جہاد کی مثال دی جاتی ہے، جس میں بذات خود "عباد اللہ کو عذاب دینا اور بلاد اللہ کی تباہی" شامل ہوتی ہے، لیکن یہ ایک اور اہم مقصد کے لیے مشروع عمل ہے، یعنی جہاد بذات خود ایک جنگ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کو عذاب پہنچتا ہے اور شہر تباہ ہوتے ہیں، لیکن اللہ کے کلمہ کی بلندی کے لیے یہ سب کچھ جائز ہے۔

پس جب جہاد اہم مقاصد کے لیے مشروع ہو جائے؛ اس جہاد میں کامیابی کے بعد مجاہد کی ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں واضح کی ہے جہاں فرمایا ہے:

[الَّذِينَ ان مَّكَّنَّاهُم فِي الأَرضِ أَقَامُوا الصَّلوةَ وَ أَتَوُا الزَّكوةَ وَ أَمَرُوا بِالمَعرُوفِ وَ نَهَوا عَنِ المُنكَر] (الحج_۴۱)

ترجمہ: (وہ مؤمن جو اللہ تعالیٰ کی مدد سے کامیاب ہوتے ہیں) وہ لوگ ہیں جو اگر زمین پر حکومت حاصل کریں تو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔

اس آیت سے ہم مختصراً یہ استدلال کرتے ہیں کہ جہاد اللہ کے کلمہ کی بلندی کے لیے مشروع ہے جو کہ طاقت اور اختیار کے ذریعے کیا جا سکتا ہے؛ حکومت حاصل کرنے کے بعد ایک خدائی ذمہ داری جو حکمران کو سونپی گئی وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، لہذا اگر کوئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری کا فکری، عقیدتی اور یا عملی طور پر مخالف ہو، تو اس جہاد کا نتیجہ بہت جلد ضائع اور برباد ہو جائے گا۔

اگرچہ بعض روشن فکر تجزیہ نگار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وزارت کے قیام اور رجسٹریشن پر حیران ہیں، لیکن انہیں جاننا چاہیے کہ "الحسبۃ" کو اسلام کے سیاسی ڈھانچے میں ایک اہم اور بنیادی اصول کے طور پر متعارف کرایا گیا ہے، یہ ادارہ نیکیوں پر عمل پیرا ہونے اور منکرات کو روکنے کے لیے اقدامات کرتا ہے۔

"الحسبۃ" یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وزارت اسلامی حکومت میں لوگوں کی نگرانی اور اخلاقی کنٹرول کا ایک ادارہ ہے، جس کے ذریعے معاشرتی، انتظامی اور سیاسی بدعنوانیوں سے اسلامی حکومت کے رہنماؤں اور عوام کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اگرچہ اسلامی حکومتوں کا ایک اہم فریضہ سمجھا جاتا ہے، لیکن یہ ذمہ داری معاشرے کے ہر فرد پر بھی عائد ہوتی ہے تاکہ ہر شخص اپنے طور پر اس فریضے کی ادائیگی میں حصہ لے۔

البتہ یہ وزارت اسلامی ہدایات کی روشنی میں اپنی سپرد کردہ سرگرمیوں میں بھی حدود کی پابند ہے جس پر اسے عمل پیرا ہونا ضروری ہے؛ مجموعی طور پر یہ علانیہ برائیوں کی روک تھام کی ذمہ دار ہے اور کبھی بھی اسے اجازت نہیں ہے کہ وہ اصلاح یا برائیوں کی روک تھام کے نام پر لوگوں کے ذاتی رازوں میں مداخلت کرے یا ان کی ذاتی زندگی میں جاسوسی کرنے کی کوشش کرے؛ اس کا فریضہ صرف علانیہ برائیوں کی روک تھام اور مخصوص حدود میں محدود ہے۔

امارت اسلامیہ کے بیرونی ممالک کے ساتھ تعلقات اسلام کی روشنی میں

تحریر: علاء الدین شبیر

اسلامی امت میں داعش جیسے گروہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ غیرمسلم ممالک کے ساتھ کسی بھی قسم کا تعلق یا تعامل ناجائز ہے اور اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔ یہ عقیدہ اکثر قرآن، سنت اور سیرتِ نبوی کی غلط تشریح کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے؛ اس مقالے میں ہم کوشش کریں گے کہ شریعت کی روشنی میں امارتِ اسلامی کے غیر ملکی تعلقات کی مشروعیت، ضرورت اور ان تعلقات کے مقاصد کو واضح کریں۔ اسلام نے بین الاقوامی تعلقات کے لیے ایک متوازن اور واضح فریم ورک وضع کیا ہے، جو امن، انصاف، باہمی احترام اور مسلمانوں کے مفادات پر مبنی ہے۔

اللہ تعالی قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

"لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ". (الممتحنة: ٨)

ترجمہ: اللہ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جو تم سے دین کے بارے میں لڑتے نہیں اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان کے ساتھ حسن سلوک کرو اور ان کے ساتھ انصاف کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالی حکم دیتے ہیں کہ ایسے غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک اور انصاف کرو جو مسلمانوں کے خلاف جنگ نہیں کرتے اور جو مسلمانوں کے داخلی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتے۔

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے دوران دیگر اقوام اور ممالک کے ساتھ تعلقات قائم کیے تھے۔

١ امن معاہدے :

اس حوالے سے حدیبیہ کا معاہدہ ایک واضح مثال ہے، جسے رسول اللہ ﷺ نے قریش کے ساتھ امن کے لیے کیا۔

٢ سفیروں کا بھیجنا اور خطوط کا تبادلہ :

رسول اللہ ﷺ نے وقت کے حکمرانوں کو اسلام کا پیغام پہنچانے اور امن کا پیغام دینے کے

لیے خطوط بھیجے۔
شریعتِ اسلام باہمی تعامل کے اصول کی تائید کرتی ہے، یہ اس لیے ہے کہ مسلمان اپنے مفادات کا تحفظ کریں اور ان لوگوں کے ساتھ تعاون کریں جو جنگ نہیں کرتے۔
امارت اسلامی ایک خودمختار اسلامی ریاست کی حیثیت سے اپنی عوام کی مادی اور روحانی ضروریات پورا کرنے کی ذمہ دار ہے اور اس کے لیے دیگر ممالک کے ساتھ تعلقات کا استوار کرنا ضروری ہے۔ اگر یہ تعلقات منقطع ہو جائیں تو عوام کو اقتصادی مشکلات، تجارتی پابندیوں اور عالمی دباؤ کا سامنا کرنا پڑے گا، جو کہ مسلمانوں کی بھلائی اور مصلحت کے خلاف ہے۔
امارت اسلامی کی کوشش ہے کہ اپنے ہمسایہ ممالک اور عالمی برادری کے ساتھ امن و سکون کے تعلقات قائم کرے؛ کیونکہ جنگ کا تسلسل صرف مسلمانوں کی خونریزی کا باعث بنتا ہے جو امت مسلمہ کی ترقی کو روکنے کے علاوہ کچھ نہیں، دیگر ممالک کے ساتھ تعلقات کے ذریعے امارت اسلامی کو یہ موقع ملتا ہے کہ وہ اسلام کا حقیقی پیغام دنیا تک پہنچا سکے اور ان غلط فہمیوں کو دور کرے جو اسلام کے بارے میں پائی جاتی ہیں۔
بعض لوگ کہتے ہیں کہ کافروں کے ساتھ ہر قسم کا تعلق حرام ہے، یہ بات غلط ہے کیونکہ اسلام نے اس قسم کے تعلقات کو مطلق طور پر منع نہیں کیا؛ قرآن و سنت کی روشنی میں صرف وہ تعلقات ممنوع ہیں جو مسلمانوں کے دین، عزت یا خودمختاری کو نقصان پہنچائیں۔ لیکن اگر یہ تعلقات مسلمانوں کی مصلحت کے لیے ہوں، تو یہ نہ صرف جائز ہیں، بلکہ یہ ایک شرعی حکم بھی ہے۔
بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کفار کے ساتھ معاہدے کرنا احکامِ جہاد کے ساتھ خیانت ہے، لیکن اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی کافروں کے ساتھ معاہدے کیے ہیں، جیسے کہ حدیبیہ کا معاہدہ؛ یہ معاہدے مسلمانوں کے مفاد کے لیے تھے اور ان کا مقصد اسلام کے فروغ اور مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ تھا، لہذا اس طرح کے معاہدے جہاد کا حصہ ہونے کے ساتھ ساتھ دعوتِ اسلام کا ذریعہ بھی ہیں۔
بعض داعشی عناصر دعویٰ کرتے ہیں کہ امارتِ اسلامی کافروں کی حمایت حاصل کررہی ہے اور ان کے ساتھ سمجھوتہ کررہی ہے؛ اس کا جواب یہ ہے کہ امارتِ اسلامی صرف ایسے تعلقات رکھنے کی کوشش کرتی ہے جو امتِ مسلمہ کے مفاد میں ہوں، ان تعلقات کا مقصد یہ ہے کہ افغانستان ایک خودمختار اسلامی ریاست کے طور پر قائم رہے اور مسلمانانِ عالم کی مشکلات کو حل کیا جائے۔ لہذا یہ تعلقات اسلامی اصولوں کے خلاف

بالکل بھی نہیں ہیں۔

امارت اسلامی کے خارجہ تعلقات کے مقاصد :

١ قومی خودمختاری کا تحفظ :

امارت اسلامی کسی بھی ملک کو افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی اجازت نہیں دیتی، تعلقات صرف باہمی احترام کی بنیاد پر قائم کیے جارہے ہیں۔

٢ اقتصادی ترقی :

امارت اسلامی کوشش کرتی ہے کہ دیگر ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرے تاکہ عوام کی ضروریات پوری کی جاسکیں اور مسلمانوں کی معیشت کو مضبوط بنایا جا سکے۔

٣ عالم اسلام کا اتحاد :

امارت اسلامی کی کوشش ہے کہ اسلامی ممالک کے درمیان اتحاد اور تعاون کو فروغ دے۔

٤ امن اور سلامتی کا قیام :

امارت اسلامی اس لیے تعلقات رکھتی ہے تاکہ افغانستان کے اندر اور باہر امن کا ماحول قائم کیا جا سکے۔

امارت اسلامی اپنے خارجہ تعلقات شریعتِ اسلام کی روشنی میں قائم کرتی ہے اور یہ تعلقات امتِ مسلمہ کے مفادات کے تحفظ، امن کے قیام اور اقتصادی ترقی کے لیے ہیں؛ جو گروہ ان تعلقات کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں قرآن و سنت کے اصولوں کی روشنی میں سوچنا چاہیے اور یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ اسلامی شریعت امن، عدل اور مصلحت کے اصولوں کو ترجیح دیتی ہے۔

امارتِ اسلامی کسی بھی ایسے تعامل یا عمل کو اختیار نہیں کرتی جو اسلامی اصولوں کے خلاف ہو، بلکہ ہر فیصلہ شریعت اور مسلمانوں کی فلاح کے لیے کیا جاتا ہے۔ داعشیوں کو چاہیے کہ وہ اسلامی شریعت کو حقیقی معنوں میں سمجھیں اور ایسے ہر عمل سے بچیں جو مسلمانوں کے درمیان تفریق اور کمزوری کا باعث بنے۔

وقت کی ضرورت یہ ہے کہ تمام مسلمان متحد ہوکر امت کے مفادات کے لیے مشترکہ طور پر کام کریں۔

رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت دنیا کے حالات!

تحریر: حسان مجاهد

خطۂ عرب میں اسلام سے پہلے کئی ادیان و مذاہب موجود تھے، بعض کا یہ عقیدہ تھا کہ دنیا میں تمام تغیر و تبدل گردشِ زمانہ یا فطرت کی وجہ سے ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں (العیاذ باللہ)۔

بعض عرب بتوں کی عبادت اس دلیل پر کرتے کہ یہ بت اللہ کے ہاں ہمارے لیے وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔ قبیلہ ثقیف طائف میں لات نامی بت، قریش مکہ معظمہ میں عزی نامی بت اور اوس و خزرج مدینہ منورہ میں منات نامی بت کی عبادت کرتے تھے۔

انسانوں کو بتوں کے نام پر قربان کیا جاتا تھا، والد کی منکوحہ اولاد کو میراث میں ملتی، سگی بہنوں سے نکاح کیا جاتا، عورتوں کا مہر مقرر نہیں تھا، زنا اور شراب عام تھے، بے حیائی اور فحاشی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ عرب کا سب سے نامور شاعر اور شہزادہ امرء القیس نے اپنے قصیدے میں خالہ زاد بہن سے زنا کا قصہ بڑے فخر سے بیان کر کے کعبے کے دروازے پر آویزاں کیا۔ جادو کا رواج عام تھا، جس کو سیکھنے کے لیے بہت سے لوگ شیطان سے مدد مانگنے کے لیے مجاہدات کرتے۔

۱ بدفالی :

عرب اپنی روزمرہ کی زندگی میں بہت سی اشیاء بدفالی میں شمار کرتے، کوے کو جدائی کا سبب گردانتے، گونگے انسان کی آواز کو موت اور تباہی سے تعبیر کرکے اسے منحوس سمجھتے۔

۲ خانہ جنگی اور دشمنیاں :

جاہلیت کے زمانےمیں چھوٹی سی بات پر لڑائی شروع ہوتی اور سالہا سال سینکڑوں افراد اس کی بھینٹ چڑھتے، اگر ان جنگوں کے اسباب کی تحقیق کی جائے تو کوئی ایک جنگ بھی کسی معقول وجہ سے نہیں شروع ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ جو شخص لڑائی میں ماہر ہوتا اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا، جنگی سازوسامان کو اہمیت دی جاتی، یہی وجہ ہے کہ آج بھی عربی زبان میں گھوڑے اور تلوار کے سینکڑوں نام رکھے گئے ہیں۔

۳ عشق اور ناجائز تعلقات :

زمانہ جاہلیت میں عورتوں کا مردوں سے کسی قسم کا پردہ نہ تھا، یہی وجہ تھی ان کے درمیان ناجائز تعلقات عام تھے، جس شخص کے کسی عورت سے تعلقات نہ ہوتے اسے برا سمجھا جاتا، عشق و معشوقی قابل فخر کارنامہ سمجھا جاتا یہاں تک کہ بعض قبائل عاشقی میں شہرت رکھتے تھے جیسے قبیلہ بنی عذرہ۔

٤ بیٹیوں کو زندہ درگورکرنا :

قریش اور بنی تمیم قبائل میں بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج عام تھا، یہ لوگ اسے فخر سمجھتے، اس حوالے سے وہ اس قدر جری ہوگئے تھے کہ جب بیٹی پانچ، چھ سال کی ہوجاتی تو اسے صاف ستھرے کپڑے پہنائے جاتے اور کسی بہانے سے گھر سے باہر لے جاتے، ظالم باپ نے پہلے سے ایک گہرا گڑھا کھود رکھا ہوتا، جس میں اسے دھکا دے کر گرا دیا جاتا، یہ معصوم اپنے باپ سے فریاد کرتی لیکن وہ ظالم اس پر مٹی ڈال کر اپنے گھر روانہ ہو جاتا۔ یہ ظلم عرب کے بعض قبائل میں زیادہ اور بعض میں نسبتا کم تھا۔ بنو تمیم کے ایک فرد قیس بن عاصم نے اپنی دس بیٹیوں کو زندہ درگور کیا۔

٥ لوٹ مار اور چوری :

دین اسلام سے پہلے شہری لوگ اگر ہمسائے کے حقوق کا خیال رکھتے تو دوسری طرف ان کے اندر دھوکہ دہی عام تھی، جو لوگ خانہ بدوش تھے وہ لوٹ ماری اور چوری چکاری میں مشہور تھے، اگر وہ راستے میں کسی اکیلے شخص کو دیکھتے تو اس کے پاس موجود تمام چیزیں چھین کر اسے غلام بنا لیتے اور بعد میں اسے دوسروں کے ہاتھ بیچ ڈالتے، صحراؤں میں پانی کے کنووں کو گھاس سے ڈھانپ دیتے تاکہ مسافر پانی نہ ہونے کی وجہ سے مر جائے اور اس کا مال و اسباب ڈاکووں کے ہاتھ لگ جائے، بعض افراد تو چوری اورانسان آزاری میں اس قدر ماہر و مشہور تھے کہ ان کے نام ہی ذؤبان العرب (عرب کے بھیڑیے) رکھ دیے گئے تھے۔

٦ زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج :

جب کوئی مرجاتا تو اس کی اونٹنی کو اس کی قبر کے پاس باندھ دیتے یا اس اس کی آنکھوں کو کسی کپڑے سے ڈھانپ لیتے یا اس کا سر سینے سے کس لیتے اور اونٹنی کو اس دردناک حالت میں چھوڑ دیتے یہاں تک کہ وہ مرجاتی، یہ کام اس عقیدے پر کیا جاتا کہ مردہ جب دوبارہ زندہ ہوگا تو اس اونٹنی پر سوار ہو کر آئے گا۔

ان کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ جب کوئی شخص کسی شہر میں داخل ہوتا اور وہاں کسی

بیماری کا خطرہ ہوتا تو وہ شہر کے دروازے پر کھڑے ہوکر گدھے کے طرح ہینکتا تاکہ وہ اس مرض سے محفوظ رہے۔
جب کسی کے اونٹوں کی تعداد ایک ہزار ہو جاتی تو وہ ایک اونٹ کی آنکھیں نکال کر اسے یونہی چھوڑ دیتا تاکہ دیگر اونٹ نظر بد سے محفوظ رہیں۔
جب کسی اونٹ کو خارش کی بیماری لگ جاتی تو بیمار اونٹ کی جگہ صحیح و سالم اونٹ کو داغا جاتا کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ تندرست اونٹ کی وجہ سے بیمار اونٹ ٹھیک ہو جاتا ہے۔
جب کوئی بیل پانی نہ پیتا توتمام بیلوں کو مارا جاتا کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ جنات ان بیلوں کو قابو کر چکے ہیں اور وہی انہیں پانی پینے سے روک رہے ہیں۔
جب ان میں سے کوئی سفر کے لیے روانہ ہوتا تو "ارتم" نامی ایک پتلی لکڑی کو گرہ لگاتا پھر جب سفر سے واپس ہوتا تو دیکھتا اگر گرہ اپنی حالت پر ہوتی تو اس کا مطلب ان کے نزدیک یہ تھا کہ اس کی بیوی نے اس کی غیر موجودگی میں کسی سے ناجائز تعلق نہیں رکھا اور اگر گرہ کھلی ہوتی تو یہ لوگ یقین کر لیتے کہ اس کی بیوی نے کسی سے بدکاری کی ہے۔
تیرکش میں تین تیر رکھے ہوتے، ایک پر "نہیں" دوسرے پر"ہاں" اور تیسرے پرکچھ نہیں لکھا ہوتا، جب کسی کام کا ارادہ کرتے تو تیرکش میں ہاتھ ڈالتے اور ایک تیر نکالتے، اگر ہاں والا تیر نکل آتا تو وہ کام کرتے، اگر نہیں والا تیر نکل آتا تو اس کام سے رک جاتے اور تیسرے تیر کے نکلنے پر دوبارہ ہاتھ ڈالتے۔
ان کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ اگر مقتول کا قصاص نہ لیا جائے تو اس کی کھوپڑی سے"ھامہ" نامی پرندہ نکلتا ہے اور انتقام لینے سے پہلے تک وہ آوازیں لگاتا ہے کہ میں پیاسا ہوں، میں پیاسا ہوں۔
ان کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ ہر انسان کے پیٹ میں ایک سانپ ہے جب وہ بھوکا ہوتا ہے تو انسان کی پسلیوں کو کھانا شروع کردیتا ہے۔
یہ بھی ان کا گمان تھا کہ جس عورت کے بچے مر جاتے ہیں وہ کسی مردے کے جسم پر اچھل کود کرے تو اس کی اولاد نہیں مرے گی۔
جب حضرت انسان جہالت کی اس پستی میں گرا ہوا تھا، ہر سو فتنے فساد کا بازارگرم تھا، ایسے حالات میں زمانہ ایک ایسی شخصیت کا منتظر تھا جس کے ظہور کے لئے ہزاروں سال انتظار کرنا پڑا تھا۔

آسمان کے ستارے بھی اس دن کے لیے ازل سے راہیں تک رہے تھے، آسمان بھی سالہا سال سے اس صبح تاباں کی امید پر دن رات سرگرداں تھا۔

قضا و قدر کے فرشتوں کی مبارک مجلسیں، عناصر کائنات کی رنگینی، سورج اور چاند کی رعنائیاں، بادلوں اور ہواؤں کی گردش، ابراہیم علیہ السلام کی توحید، یوسف علیہ السلام کا جمال، موسیٰ علیہ السلام کے معجزے اور عیسی علیہ السلام کے معجزاتی علاج یہ تمام امور اس لیے تھے کہ آقائے دوجہاں کی خدمت اور کام آئیں گے۔

جی ہاں! یہی وہ دن تھا جب کسریٰ محل لرز اٹھا، فارس کے آتش کدے بجھ گئے، عجم کی شان، رومیوں کا رعب و دبدبہ، چین کے محلات گر گئے، گمراہیوں کی تاریکی چھٹنے لگی، بت کدوں سے خاک اڑنے لگی، مجوسیت کا غلغلہ دم توڑ گیا، عیسائیت کے خزاں خوردہ پتے مرجھا گئے، شرک و توہم پرستی کے بادل چھٹ گئے اور توحید کا نعرہ بلند ہوا، ہدایت کی روشنی چہار سو پھیلنے لگی، انسانیت کے آئینے میں قدسی نورکی روشنی پھوٹ پڑی یعنی عبداللہ کے یتیم، بی بی آمنہ کے جگرگوشہ، حرم کے بادشاہ، عرب کے حکمران، سرکار کونین ربیع الاول کی نویں یا بارہویں تاریخ پیر کے روز دنیا میں تشریف لائے۔

یاد رکھیں!

یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت تمام انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک عظیم الشان نعمت اور تمام شر و فساد کے خاتمے کی نوید تھی، اس نعمت کا شکر ادا کرنا ہم سب پر واجب ہے جس کا طریقہ صرف یہ نہیں کہ میلاد النبی ﷺ کے جلسے جلوس منعقد کئےجائیں، صدقے اور خیرات دیے جائیں بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کا اتباع کیا جائے، ان کے لائے ہوئے دین جو آج دنیا میں بے یار و مددگار اور اجنبی بن گیا ہے، جس پر ہرجانب سے حملے کیے جا رہے ہیں اس کی خدمت کی جائے، اس کا دفاع اور اسے زندہ کیا جائے، زمانہ جاہلیت کے تمام رسوم و رواج، بدعات و منکرات جو آج ہمارے معاشروں میں رائج ہیں انہیں ختم کیا جائےاورتمام دنیا پر اس برحق دین کا ایسے بول بالا کر دیا جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھا اور ایک بار پھر دورنبوی کی یاد تازی کردی جائے۔

امت مسلمہ کس جانب گامزن ہے؟

تحریر: سعید انصار

دنیا کے دجالی کفار نے پچھلے سو سال سے نئے حربوں کا استعمال شروع کر رکھا ہے اور پوری اسلامی دنیا کو باہمی جنگوں میں جھونک دیا ہے۔ روئے زمین پر موجود تقریباً ۵۷ اسلامی ممالک ایک دوسرے کے ساتھ داخلی، ہمسایگی، دفاعی جنگوں میں مصروف ہیں، جس سے ان کی سابقہ عزت و وقار محو ہو چکا ہے۔ وہ صرف اپنے معاشی اور سیاسی مفادات کے بارے میں سوچتے ہیں اور غفلت کی گہری نیند میں غرق ہیں۔

یہود اور عیسائی اپنے جنگی حربوں میں کامیابی حاصل کرچکے ہیں اور دنیا کے سامنے اپنے آپ کو ترقی یافتہ کی حیثیت سے شناخت کروا چکے ہیں، کیونکہ مسلمانوں کے ہاتھ اور پیر خود اپنی ہی مشکلات کی زنجیروں جکڑی گئی ہیں۔ ایک طرف تو مسلمان اپنے ذاتی مسائل میں اتنے الجھے ہوئے ہیں کہ وہ کسی بھی دوسرے اقدام کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے، کیونکہ وہ اپنے مسائل سے آزاد نہیں ہو پائے ہیں، دوسروں کی مدد کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس وقت دنیا کے تمام اسلامی ممالک اپنی مشکلات، دکھ، درد کے ساتھ اکیلے ہیں اور ”وا معتصماہ“ کا نعرہ لگا کر بھی انہیں کوئی انسان زاد ان کی مدد کے لیے نظر نہیں آتا۔

افغانستان بیس سال امریکی قبضے کے تحت تباہ حال اور یہاں کی عوام در بدر کی زندگی گزارنے پر مجبور تھے، دنیا میں کوئی نہ تھا جو اس حال میں ان کی دلجوئی کرتا اور نہ ہی کسی نے مدد کا ہاتھ بڑھایا۔ صرف اللہ تعالی نے اپنی طاقت اور قوت دکھائی اور آزادی کے راستے پر تھکے ہوئے مجاہدین کو معجزانہ فتح سے نوازا۔

مسلمانوں کا قبلہ اول مسجد الاقصیٰ تقریباً ۷۰ سال سے صہیونی اسرائیلیوں کے ہاتھوں میں ہے۔ فلسطینی عوام ہر دن ظلم اور درد کی حالت میں زندگی گزار رہے ہیں، آئے دن ان پر بھاری بھر کم بم برسائے جارہے ہیں، ان کے بچے مسجدوں، اسکولوں اور مدارس میں شہید ہو رہے ہیں، نوجوان یونیورسٹیوں اور شہروں میں ہاتھ پاؤں سے معذور ہو رہے ہیں اور بزرگ اپنے گھروں میں دفن ہو رہے ہیں، اس سب کے باوجود کوئی ایک اسلامی ملک ان کی مدد کے لیے نہیں اٹھا نہ ہی دشمنوں کے خلاف کوئی حرکت دکھائی، سارا عالم

اسلام خواب خرگوش کی نیند سویا ہواہے۔

وہ مبارک سرزمین جو بہت سے پیغمبروں کی جائے پیدائش و جائے وفات ہے، وقت کے جابروں کے ہاتھوں ظلم و ستم کا شکار ہوئی۔ ان جابروں نے اس سرزمین پر ظلم و ستم کی ایک نئی لہر شروع کی اور شام کی حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ صرف اسد خاندان نے ۱۹۷۱ء میں ایک فوجی بغاوت کے ذریعے شام پر قبضہ کیا اور حکومت کو اپنے لیے موروثی سمجھا۔ اس خاندان نے اتنے مظالم ڈھائے کہ چنگیز خان کی یاد تازہ کرڈالی اور گوانتانامو کے مظالم صیدنایا جیل کی داستانوں کے آگے ہیچ دکھنے لگیں۔

بالآخر اللہ عزوجل نے ان مظلوم مسلمانوں پر رحم فرماتے ہوئے ۲۰۲۴ء کے دسمبر کی آٹھ تاریخ کو جہادی تحریکوں کے مشترکہ اتحاد ہیئۃ تحریرالشام کو جس کی قیادت احمد الشرع الجولانی کر رہے تھے، گیارہ دنوں کے اندر شام کی عظیم فتح سے نوازا۔

اگرچہ عالم اسلام محوِ خواب غفلت اور جتنے بھی ظلم و ستم مسلمانوں پر ڈھائے جا رہے ہیں، وہ صرف تماشا دیکھ رہے ہیں، کچھ بے ضمیر ممالک تو دشمن کے صف میں کھڑے ہو کر مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے جبر و ستم میں مکمل شریک ہیں، مگر اللہ عزوجل نے تمام دنیا کو یہ دکھا دیا کہ کامیابی نہ تو تعداد میں ہے اور نہ ہی وسائل کی فراوانی میں بلکہ فتح اُس گروہ کا مقدر بنتی ہے جو اللہ کے احکام کو تسلیم کرتا ہو اور جو اپنے رب کے پسندیدہ بندے ہوں۔

ان شاندار فتوحات کے سلسلے میں ہم افغانستان اور شام کی مثالیں دے سکتے ہیں، جہاں بہت کم وسائل کے باوجود، دونوں ممالک نے ۱۱ دنوں کے اندر اندر اسلامی عظمت کو مجاہدین اسلام کی جانفشانی اور اللہ کی مدد ونصرت سے دوبارہ کامیابی حاصل کی اور قبضے، ظلم وستم کی تاریک رات کو اپنا خونِ جگر دے کر صبح پُرنور بخشی، ان شاء اللہ رب عزوجل غزہ کے مظلوم، بے یار و مددگار عوام کی آہ کو ضرور سنے گا اور انہیں ایک عظیم فتح نصیب کرے گا۔ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ۔

تمدنوں کے مرکز میں اسلامی تمدن کی کرن

تحریر: ہشام شہید

خلافت عثمانی کے سقوط کے ساتھ ہی اسلامی جغرافیہ ٹکڑوں میں بٹ گیا اور ہر ٹکڑا ایک استعمار کے پنجے میں آ گیا، موجودہ شام کی سرزمین فرانس کے ہاتھوں گروی ہوئی اور اس کے تمام تر امور فرانس کی حکومت اور اس کی رضامندی کے مطابق چلائے جاتے تھے، فرانس کا یہ قبضہ تقریباً بیس سال تک جاری رہا۔

دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر فرانس بھی دیگر ممالک کی طرح کمزور حالت میں تھا اور اس کی اتنی قوت نہیں تھی کہ وہ اپنے زیرِ قبضہ علاقوں کو کنٹرول کرسکے، اسی دوران ١٩۴٦ء میں شام نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آزادی حاصل کی لیکن یہ ملک بہت غیر مستحکم تھا؛ اس وقت شام میں کوئی مرکزی نظام نہیں تھا اور ملک میں بے چینی اور افراتفری کا دور دورہ تھا۔

١٩۵٨ء میں شام نے مصر کے ساتھ مل کر جمال عبدالناصر کی قیادت میں متحدہ عرب ریاست کا حصہ بنا، لیکن ١٩٦١ء میں اپنی مکمل خودمختاری حاصل کر لی ١٩٦٣ء میں شام میں کمیونزم بہت تیزی سے پھیل گیا اور بعث پارٹی نے اقتدار پر قبضہ کرلیا، بعث پارٹی ایک کمیونسٹ خیالات پر مبنی جماعت تھی جو عراق اور شام میں فعال تھی، اسی طرح جیسے افغانستان میں خلق اور پرچم جماعتیں تھیں۔

١٩٧٠ء میں بعث پارٹی کا اقتدار برقرار رہا اور اس وقت بعث پارٹی کے رہنما حافظ الاسد شام کے صدر بن گئے، حافظ الاسد ٢٠٠٠ تک صدر رہا، اسی سال اس کا انتقال ہو گیا، اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے بشار الاسد اقتدار میں آئے اور آج تک وہ اس منصب پر فائز ہے، بشار الاسد بھی شیعہ ہونے کے ساتھ ساتھ کمیونسٹ ہے، اس کی حکومت کو روس اور ایران کی بھرپور حمایت حاصل ہے۔

شام (سوریہ) تقریباً سو سال سے بے دین اورلاوارث ہے، یہ سرزمین ہمیشہ مختلف تمدنوں کا مرکز رہی ہے، مختلف تہذیبوں کی ابتداء یہیں سے ہوئی ہے۔

القاعدہ کے قیام کے ساتھ ہی دنیا کی نظریں اس علاقے پر مرکوز ہو گئیں اور شام میں ٢٠١٧ء میں ابو محمد جولانی کی قیادت میں تحریر الشام کے نام سے ایک مجاہد گروہ

تشکیل دیا گیا، جس میں جبھۃ النصرہ کے مجاہدین بھی شامل تھے۔ یہ گروہ شام کی خودمختاری کے لیے جدوجہد کر رہا تھا۔

یہ گروہ پچھلے سات سالوں سے سرگرم ہے اور اس دوران اس نے کئی بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں، اس نے شام کو ایران اور روس کے وحشی حملوں سے بچایا اور داعش جیسی آفت کو بھی اپنے چھوٹے مجاہد گروہ کی مدد سے داعش کی قیادت کا صفایا کردیا۔

مجاہدین کے اس گروہ نے اپنے وسائل اور تیاری کے بعد ردع العدوان کے نام سے شام پر قابض افواج اور ان کے اجرتی قاتلوں کے خلاف آپریشنز کا آغاز کیا، جو اب تک بہت کامیاب سے جاری ہے۔ انہوں نے بشار الاسد کی ملیشیاؤں سے کئی علاقوں کو چھن لیا ہے اور بہت جلد ان شاء اللہ، شام کی سرزمین پر مکمل حکمرانی حاصل کرلیں گے۔

ان فتوحات کی سلسلے پر پوری امت مسلمہ خوش ہونے کے ساتھ پر امید ہے کہ شام میں اسلامی نظام کے قیام سے پورے مشرق وسطیٰ میں تبدیلی آئے گی، مجاہدین کی اس کامیابی کے ذریعے دوسرے اسلامی ممالک میں بھی جہاد اور آزادی کی روح پھلے گی اور مسلمانوں میں خودمختاری کی جدوجہد مزید مضبوط ہو گی۔

اسلامی تمدن جو کبھی مکہ و مدینہ سے لے کر اندلس تک انسانیت کے لیے نجات کا چراغ تھا، آج ایک بار پھر روحانیت، عدل اور علم کی قوت سے دوبارہ زندہ ہو رہا ہے۔ فتنوں اور جنگوں کے باوجود، یہ تمدن آج بھی حق و بیداری کے چراغ کے ساتھ امت کو جگانے کی کوشش میں ہے۔ یہ تمدن صرف عبادت تک محدود نہ تھا، بلکہ علم، فن، معیشت اور سماجی نظام میں بھی مکمل تھا۔ اب اس مقدس تمدن کی تجدید و احیاء کی ذمہ داری ہمارے کندھوں پر ہے۔

فصل چہارم

سیاسي اور اجتماعی تحریریں

افغانستان پر سوویت یونین کی یلغار: مختصر تاریخی پس منظر اور دوسروں کے لیے درسِ عبرت

تحریر: جمشید انصاری

افغانستان پر سوویت یونین کی یلغار (1979ء - 1989ء) جدید تاریخ کے سب سے تباہ کن اور خونریز واقعات میں سے ایک تھا، جس نے نہ صرف افغانستان بلکہ پورے خطے اور دنیا کی سیاسی و تزویراتی صورتحال کو بدل کر رکھ دیا۔ اس یلغار کے نتائج اور اثرات کو نہ صرف افغان قوم بلکہ خطے کے دیگر ممالک کو بھی گہرائی سے سمجھنا چاہیے، اور اس واقعے سے حاصل ہونے والے اسباق کو مستقبل میں امن اور استحکام کے قیام کے لیے بطور تجربات استعمال کرنا چاہیے۔

١ مختصر تاریخی پس منظر :

سوویت یونین نے 1979ء میں افغانستان میں خلق ڈیموکریٹک پارٹی کے اندرونی تنازعات اور عوامی مخالفت کو قابو پانے کے بہانے اپنے فوجی دستے بھیجے۔ ان کا مقصد اپنے اثر و رسوخ کو بڑھانا اور افغانستان کو اپنی تزویراتی مقاصد کے لیے استعمال کرنا تھا۔ تاہم، اس قبضے کے نتائج اتنے تباہ کن ثابت ہوئے کہ افغانستان کھنڈرات میں تبدیل ہو گیا۔

٢ افغان عوام کی مقدس جہادی تحریک :

افغان عوام نے اپنی اسلامی، قومی، اور ثقافتی اقدار کی بنیاد پر سوویت یلغار کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔ یہ جہاد نہ صرف افغانستان بلکہ دنیا کی دیگر مظلوم اقوام کے لیے حریت اور آزادی کی مثال بن گیا۔

٣ جہاد کے مقاصد :

- ✓ آزادی کا تحفظ
- ✓ سوویت یونین استعمار کا خاتمہ
- ✓ اسلامی نظام کے قیام کے لیے کوششیں

٤ نتائج :

افغان مجاہدین نے سوویت یونین کی طاقتور ترین فوج کو ایسی شکست دی کہ اس کے نتیجے میں سوویت یونین ٹوٹ کر بکھر گئی۔

٥ دوسروں کے لیے درسِ عبرت :

افغانستان پر سوویت یلغار کی تاریخ سے یہ سبق ملتا ہے کہ افغانستان کسی بھی بڑی طاقت کے لیے تسخیر کا میدان کبھی نہیں رہا۔ ہر وہ طاقت یا ملک جو افغانستان کو

کمزور کرنے کی کوشش کرے گا، سوویت یونین جیسی ہی شکست کا سامنا کرے گا۔

٦ پڑوسی ممالک کا کردار :

خـاص طـور پـر افغانسـتان کـے پڑوسـی ممالـک کـو اس تاریـخ سـے سـبق سـیکھنا چاہیـے اور افغانسـتان کـے خلاف دشـمنی اور مداخلـت سـے بـاز رہنـا چاہیـے۔ اس حوالـے سـے پاکسـتان کـو خاص توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ:

پاکسـتانی فـوج اور بعـض سیاسـت دانـوں نـے بارہـا افغانسـتان کـے اندرونـی معـاملات میـں مداخلت کرنے کی کوشش کی ہے۔

افغانسـتان پـر جھوٹـے الزامـات عائـد کـر کـے اپنـے نـاکام سیاسـی ایجنـڈے کـو چھپانـے کـی کوشش کی جاتی ہے۔

٧ حالیہ واقعہ - پاکستانی فوج کی بربریت:

چنـد دن پہلـے، 24 دسـمبر کـو (وہ دن جـب سـوویت یونیـن نـے افغانسـتان پـر حملـہ کیـا)، پاکستانی فـوج نـے پکتیکا صوبـے کـی برمـل ضلـع میـں نہتـے عـوام پـر اندھـا دھنـد بمبـاری کـی۔ اس وحشیانہ حملے میں:

50 بے گناہ مہاجرین شہید ہو گئے۔

ان شہداء میں 27 خواتین اور بچے شامل تھے۔

یہ حملہ تمام شرعی، اخلاقی، اور بین الاقوامی قوانین کی کھلی خلاف ورزی تھا۔

٨ افغانستان کا صبر و استقامت :

افغـان قـوم تاریـخ کـے مختلـف ادوار میـں دشـمنانہ رویـوں اور مظـالم کا سـامنا کرتـی رہـی ہـے، لیکـن اس نـے کبھـی بھـی اپنـی اسلامـی اور قومـی اقـدار کـو تـرک نہیـں کیـا۔ انہـوں نـے سـوویت یونیـن کـی یلغـار کـو بہـادری سـے پسـپا کیـا، اور وہ موجـودہ دشـمنوں کـی ہـر سـازش کـو بھـی ناکام بنائیں گے۔

٩ پیغام :

پاکسـتان اور دیگـر دشـمن ممالـک کـو سـوویت یونیـن کـے انجـام سـے سـبق سـیکھنا چاہیـے۔ افغانسـتان اسلامـی امـت کا دل ہـے، اور اس سرزمیـن کـی دشـمنی پـوری امـت کـی دشـمنی ہـے۔ افغانسـتان کـے خلاف سازشـوں کـے بجائـے، ان ممالـک کـو خطـے کـے امـن و اسـتحکام کـے لیـے تعاون کرنا چاہیے اور اپنے عوام کی فلاح کے لیے مثبت راستے اختیار کرنے چاہئیں۔

افغـان قـوم ہمیشـہ آزادی، عـزت، اور اسلامـی نظـام کـے قیـام کـے لیـے کوشـاں رہـے گـی، اور کوئی بھی بڑی طاقت ان کے عزم کو کمزور نہیں کر سکتی۔

ابدالی اور غزنوی کے فرزند اپنا انتقام لے کر رہتے ہیں!

تحریر: احمد عابد

طالبان کے دوبارہ اقتدار سنبھالنے پر پڑوسی اسلامی ممالک سے یہ توقع کی جا رہی تھی کہ وہ افغانستان کے غم زدہ اور پریشان حال عوام کے ساتھ ہمدردی کا کردار ادا کریں گے اور اپنی مدد و تعاون پیش کریں گے، لیکن بدقسمتی سے یہ توقعات غلط ثابت ہوئیں۔ کچھ پڑوسی ممالک نے بیرونی قوتوں کے اشارے پر افغانستان کے ساتھ غداری، خیانت اور دھوکہ دہی کا راستہ اختیار کیا، جن میں پاکستان سرفہرست ہے۔

پاکستانی افواج نے امارت اسلامیہ کی فتح کے بعد کئی بار فضائی حملوں، بمباریوں اور میزائل حملوں کے ذریعے افغانستان کی سرحدی سالمیت اور قومی خودمختاری کی خلاف ورزی کی، یہ کہ پاکستان کے یہ حملے بین الاقوامی اصولوں اور اقوام متحدہ کے منشور سے متصادم ہیں؛ اس پر بعد میں بات کی جا سکتی ہے، لیکن یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ افغان عوام اس ملک سے اسلامی ہمسائیگی اور بھائی چارے کی توقع رکھتے تھے لیکن انہوں نے نے اس کے برعکس دشمنی پر اتر کر نفرت کو فروغ دینا شروع کردیا۔

دوست کے بھیس میں یہی دشمن اس وقت افغانستان کو اپنے پنجوں سے دبوچ رہا ہے جب وہ طویل اور خونریز جنگ سے حال ہی میں نکلا ہے اور کوشش کر رہا ہے کہ اپنے زخمی ہاتھوں سے اپنے چالیس سالہ گہرے سیاسی اور فوجی زخموں کو بھرسکے۔

پاکستان نے فوجی حملوں کے علاوہ افغان عوام کے دشمن عناصر کو اپنی سرزمین پر پناہ دی ہے تاکہ وہاں ان بھوکے درندوں کو رکھا جا سکے اور موقع ملتے ہی انہیں اپنے مفادات کے لیے استعمال کیا جا سکے۔

اس وقت پاکستان ایک خفیہ سیاسی کشمکش مین لگا ہے تاکہ افغانستان میں موجود استحکام کو نقصان پہنچائے اور افغان عوام کو ایک بار پھر بے شمار مسائل میں مبتلا کرے؛ اسی وجہ سے اس نے غیر محتاط طریقے سے متعدد بار غلطیاں کی ہیں۔

دوسری طرف امارت اسلامیہ افغانستان نے بارہا یہ بات کہی ہے کہ افغانستان دنیا کے تمام ممالک خاص طور پر اپنے ہمسایوں کے ساتھ اسلامی احکامات کے مطابق اچھے تعلقات کا خواہاں ہے اور اس بات کا پختہ عزم رکھتا ہے کہ باہمی احترام کی بنیاد پر

تعلقات استوار کیے جائیں۔ اسی طرح دیگر ممالک کو بھی اس حکومت کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ پاکستان نرم اور میٹھے لہجے کو نہیں سمجھتا بلکہ اس کا خیال ہے کہ ہم سیاسی بصیرت اور فہم سے عاری ہیں۔

مختصر یہ کہ پاکستان نے اپنی مسلسل غلطیوں اور خلاف ورزیوں کی وجہ سے افغانستان کی امارت اسلامیہ کے فوجی دستوں کو مجبور کیا کہ وہ ترکی بہ ترکی جواب دیں اور ان شریر و خفیہ عناصر کو نشانہ بنائیں جو اس ملک کی مدد سے افغان عوام کو غم و اندوہ میں مبتلا کرنے کے منصوبے تیار کر رہے تھے۔

ڈورینڈ کی فرضی لکیر کے اُس پار فسادی عناصر کے خلاف حالیہ حملہ جو ہفتے کی شب امارت کے بہادر دستوں نے کیا، نہ صرف اپنی عوام کے انتقام کا ایک فیصلہ کن اقدام تھا بلکہ ان معصوم خون کا بدلہ بھی تھا جو چند دن پہلے صوبہ پکتیکا کے ضلع برمل میں پاکستانی فوج کے ہاتھوں بہایا گیا۔

ابدالی اور غزنوی کے بہادر اور عظیم بیٹے اپنی سرزمین کے انچ انچ کے دفاع میں سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ امارت اسلامیہ افغانستان اگرچہ ایک وسیع اور پختہ سیاسی بصیرت رکھتی ہے، مگر کبھی کبھار دوسرے نادانوں کو ادب سکھانے کے لیے طاقت کا استعمال بھی مجبوری بن جاتی ہے تاکہ وہ دوبارہ ایسی خلاف ورزی نہ کریں۔ ابدالی اور غزنوی کے بہادربیٹوں نے ایک بار پھر اپنے ہمسایوں کو واضح طور پر بتا دیا کہ وہ دشمن کے ہر قسم کے ظلم و ستم کا قاطع اور مضبوط جواب دے سکتے ہیں اور غور سے سن لیں کہ اب ہماری تباہی و بربادی کے خواب دیکھنا چھوڑدیں۔

امارت اسلامی کا مقدس نظام اور جمہوریت کا پراگندہ دامن

تحریر: عزیز عازم

جمہوریت مغربی دنیا کی ایک ایسی سیاسی حقیقت ہے، جسے اپنی کامیابی اور فخر کے طور پر پسماندہ ممالک خاص طور پر اسلامی ممالک کو پیش کرتے ہیں، تاکہ ان کے نفاذ کے ذریعے وہ عالمی قانونی حیثیت اور ایک معنوی امتیاز حاصل کریں، لیکن بدقسمتی سے مغرب نے قرونِ وسطی میں روا رکھے جانے والے اپنے وہ ہزار سالہ مظالم بھلا دیے ہیں، جنہیں یاد کرتے ہی آج بھی انسانیت کی روح کانپ اٹھتی ہے۔
جب مغربی باشندے ان گھٹاٹوپ تاریکیوں میں زندگی بسر کر رہے تھے، اسلامی مشرقی ممالک علمی و معنوی ترقی، تمدن اور سائنسی اختراعات کی بلندیوں پر تھے، یہاں تک کہ اندلس میں پہلی بار یونیورسٹیاں، مدارس، کتب خانے اور علمی مباحثوں کی مجالس قائم کی گئیں، جن کے ذریعے یورپ کے بیچوں بیچ علم اور ثقافت کی روشنی پھیلی اور یورپیوں کو غفلت و جہالت کی نیند سے جگایا۔
جمہوریت یا جمہوری نظام کے مطابق، عوام کو حکومت کرنے کا اختیار ہونا چاہیے، جہاں اکثریت کو اہمیت دی جاتی ہے، لیکن یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اکثریت میں کون سی خصوصیات ہونی چاہئیں اور انتخاب کا طریقہ کیا ہونا چاہیے؟ بس جو بھی طریقہ اپنایا جائے، جس طرح سے بھی عوام کے ووٹ حاصل کیے جائیں، اس کے نتیجے میں جس نے بھی ۵۰ جمع ۱ ووٹ حاصل کیے وہ حکومت کا اہل اور حاکم شمار ہوگا، باقی رہے ۴۹ فیصد عوام تو ان کی اس سسٹم میں کوئی حیثیت نہیں۔
جب ۲۰۰۱ء میں قابض افواج افغانستان میں داخل ہوئیں، تو اسی مغربی ماڈل کو جمہوریت کے نام سے افغانستان میں بھی متعارف کرایا گیا اور اس وقت انتخابات میں صرف ۸ لاکھ افراد نے حصہ لیا، جو کہ ۳۵ ملین کی آبادی میں بہت کم تعداد تھی اور ان میں سے زیادہ تر ووٹ جعلی تھے؛ اس کے باوجود اس کے نتیجے میں دو جماعتی حکومت تشکیل دی گئی جسے جمہوریت کا نام دیا گیا۔
جمہوریت کے فریب کار دائرے میں ظاہری طور پر خواتین، بچے، انفرادی حقوق کا تحفظ، انسانی حقوق، شہری آزادیوں اور شہری املاک کے تحفظ کو اہمیت دی جاتی ہے، مگر

مشرق وسطیٰ کے حالیہ بحرانوں، خاص طور پر فلسطین کے مظلوم عوام پر ڈھائے جانے والے مظالم، جن کے پیچھے مغرب اور امریکہ ہیں، جمہوریت کے ان نام نہاد اصولوں کی پاسداری پر سوالیہ نشان ہیں۔

استاد الفت کہتے ہیں کہ جمہوریت ایک ناکارہ درخت ہے اور ناکارہ درخت نہ پھل دیتا ہے اور نہ ہی اس کا سایہ استفادے کے قابل ہوتا ہے، افغانستان میں بھی اسی ناکارے اور مغرب کی حمایت یافتہ جمہوریت نے انسانی حقوق کے نام پر انسان کھلواڑ کیا کہ اس کے ذکر انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔

سب سے بدتر بات یہ تھی کہ اس نے عوام کے درمیان نسلی، لسانی اور علاقائی تعصب کو جنم دیا، اعلیٰ حکومتی عہدے صلاحیت اور اہلیت کی بجائے قومیت کی بنیاد پر تقسیم ہوئے، حکومتی سربراہ پشتون تھا، اس کے نائب تاجک، ہزارہ یا ازبک تھے اور اس توازن کو ثابت کرنے کے لیے دو دھڑوں والی حکومت یعنی اجرائیہ جیسی مستقل ریاست کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔

مختصراً، جمہوریت افغانستان میں اپنی بدترین اور بھیانک شکل میں عوام کے سامنے منظرِ عام پر آئی اور ملک کو بحرانوں کے اتنے گہرے دلدل میں دھکیل دیا کہ اب اس کے بچاؤ کی کوئی امید نہ تھی، جمہوریت کے نام پر حکومتی رہنماء بھی حیران تھے کہ کیا کریں؟ حالانکہ ان کے سامنے معاصر تاریخ میں "خلق جمہوری" کمیونسٹ نظام کا تلخ تجربہ بھی موجود تھا، جس میں ترہ کئی، امین، کارمل اور نجیب نے جمہوریت کے نام پر ملک وملت کو تباہی کی طرف دھکیل دیا اور جس کے نتیجے میں خانہ جنگی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جمہوریت کی فریب کاریوں کے بعد افغانستان 1970ء کی دہائی کے بحران کی طرف بڑھ رہا تھا، لیکن امارت اسلامی کی سیاسی اور عسکری تدابیر، اسلامی شریعت کے حقیقی اصولوں پر پختہ عزم نے افغانستان کو ایک بار پھر بچایا اور صرف دو ہفتوں کے اندر ایک مضبوط اور حقیقت پسند اسلامی نظام قائم کیا، تاکہ کوئی بھی خانہ جنگی کے حوالے سے وہم وگمان بھی نہ کرسکے۔

آج افغانستان کی عوام بخوبی جان سکتے ہیں کہ انہیں مغربی جمہوریت اور پاکیزہ اسلامی شریعت، دونوں میں سے کس نے امن وسکون حاصل ہوا اور ان کی عزت و وقار کس نظام میں محفوظ ہے۔

جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا، جمہوریت مغربی ممالک کے پروپیگنڈے کا ایک ذریعہ

ہے، انہـوں نـے کوشـش کی ہے کہ اسلامـی دنیا کے کچھ جماعتوں اور رہنماؤں کو بہکایا جائـے، امریکـی یونیورسـٹیوں کـے فـارغ التحصیـل افـراد کـو اقتـدار میـں لایـا جائـے اور اسلامـی جمہوریت اور جمہوریت کے نعروں کے ذریعے انہیں اقتدار کے تخت پر بٹھایا جائے۔
بدقسـمتی سـے ایسـے رہـنماؤں میـں سـے کچـھ جمہوریـت کـے اثـر میـں آ کـر "اسلامـی جمہوریـت" کـی اصـطلاح بھـی ایجـاد و اسـتعمال کـی ہـے، تیونـس کـے اسلامـی رہـنما راشـد الغنوشـی نـے ۱۹۹۲ء میں جب وہ سیاسـی جلاوطنـی میں تھـے، لندن میں "ابـروزور" ادارے کـو دیے گیے ایک انٹرویو میں کہا تھا:
"اگـر جمہوریـت سـے مـراد وہ لبرل حکومتی ماڈل ہے جو مغـرب میں رائج ہے، یعنی ایسا نظام جـس میـں لـوگ آزادانـہ طـور پـر اپنـے نمائنـدے اور رہـنما منتخـب کریـں اور سـاتھ ہـی اس میـں تمام آزادیوں، طاقت اور انسانی حقـوق کے حوالے سے عـوام کـو جگہ دینـے کی اجازت ہو تـو اس صـورت میـں مسـلمانوں کـو اپنـے مذہـب میـں ایسـی کوئـی بـات یـا حکـم نہیـں ملـے گا جـو جمہوریـت کـے خلاف ہـو اور ایسـا کوئـی کام (جمہوریـت کـی مخالفـت) کرنـا ان کـے فائـدے میـں بھی نہیں ہے"۔
غنوشـی کـی طـرح کئـی دیگـر مسـلمان رہـنما بھـی مغربـی افـکار سـے متاثـر ہوکـر کافـی آگـے بـڑھ چکـے ہیـں اور انہـوں نـے جمہوریـت کـو موجـوده دنیـا میـں اسلام کـے خـاص اصولـوں کـو عملـی جامـہ پہنانـے کـے لیـے مناسـب راسـتہ قـرار دیـا ہـے۔ بدقسـمتی سـے یـہ تمـام لـوگ اس حقیقـت سـے آنکھیـں چـرا رہـے ہیـں کـہ اسلام اپنـے پیـروکاروں کـو انسـانوں کـے بنائـے ہوئـے قوانیـن کـی پیـروی سـے منـع کرتـا ہـے اور صـرف اس عظیـم آسمانـی اور الہـی قانـون کـی پیـروی کـی دعـوت دیتـا ہـے، جـو انسـانی عقـل اور فطـرت سـے کہیـں بلنـد ہـے، مگـر سـاتھ ہـی سـاتھ انسـانیت کـی روحانـی اور جسمانـی ہمـہ قسـم کـی ضروریـات اور خصوصیـات کـو پـوری طـرح مدنظـر رکھـا گیـا ہے۔
آخرمیـں ہمیـں یـہ حقیقـت تسـلیم کرنـی چاہیـے کـہ امـارت اسلامـی افغانسـتان مغربـی اور غیـر ملکـی افـکار، نظریـات و نظامـوں کـو نہیـں مانتـی، اس بـات کا سـبب یـہ ہـے کـہ پچھلـے تقریباً پانـچ دہائیـوں سـے افغانسـتان میـں جـو خانـہ جنگـی جـاری تھـی، اس کا بنیـادی سـبب ایـک خالـص اسلامـی نظام کا عـدم وجـود تھـا۔ اگـر یـہ بـات ہوتـی کـہ لبرل اور مغربـی جمہوریتـوں کـے نظریـات کـو عملـی طـور پـر نافـذ کرکـے ان مسـائل پـر قابـو پایـا جـا سـکتا تھـا، تـو یـہ کام کئـی دہائیـاں قبـل ہـی ہـو چـکا ہوتـا اور آج افغانسـتان میـں امـن ہوتـا مگـر حقیقـت یـہ ہـے کـہ انہـی نظامـوں کـی وجـہ سـے گذشـتہ پانـچ دہائیـوں سـے ملـک میـں خانـہ جنگـی، فرقـہ واریـت،

لسانیت اور باہمی منافرت کا بازار گرم تھا۔
افغانستان صرف اور صرف شریعت اسلامی کی پر ہی مکمل امن اور استحکام حاصل کر سکتا ہے اور امارت اسلامی کی قوت کا راز بھی لوگوں کی اس معنوی خواہش کا احترام ہے، مغربی ممالک میں مقیم گنے چنے افراد کے علاوہ باقی تمام افغان عوام جمہوری نظام کے مسائل اور اس کی خامیوں سے بخوبی آگاہ ہیں، اسی وجہ سے آج تمام عوام اس نظام سے نفرت کرتے ہیں۔

امارتِ اسلامی ایک مقدس نظام ہے جو قرآن و سنت کی روشنی میں عدل، امن اور انصاف فراہم کرتا ہے۔ اس میں حاکم اللہ کے احکام کا پابند ہوتا ہے اور رعایا کو تحفظ اور عزت حاصل ہوتی ہے۔
جبکہ جمہوریت ایک فانی نظام ہے جو خواہشاتِ نفسانی اور اکثریتی رائے پر مبنی ہے، جہاں اصول بدلتے رہتے ہیں اور دین کی حرمت نظرانداز ہوتی ہے۔
امارتِ اسلامی حقیقی نجات اور اصلاح کا ذریعہ ہے، جبکہ جمہوریت گمراہی اور انتشار کا سبب بنتی ہے۔

او آئی سی کی متنازعہ کانفرنس، پاکستان کی مداخلت پسندی کا تسلسل

تحریر: عبدان صافی

پاکستان میں منعقد ہونے والی او آئی سی کانفرنس کو افغان عوام کے حقوق، خواتین کی تعلیم اور انسانی بحران کے تناظر میں پیش کیا جا رہا ہے، مگر اس اجلاس کے اصل محرکات کچھ اور ہیں، پاکستان نے ہمیشہ افغانستان کو اپنے زیرِ اثر رکھنے کی کوشش کی ہے، اب جب سے امارت اسلامی افغانستان نے اپنی آزادانہ و خود مختار پالیسی اپنانے کی کوشش کی تو پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کے لیے یہ ناقابلِ قبول ہے۔

او آئی سی کانفرنس بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، ایک ایسا سیاسی حربہ جو دراصل امارت اسلامی افغانستان کو جھکانے اور ان پر دباؤ ڈالنے کی ایک ناکام کوشش ہے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان، جو خود انسانی حقوق، آزادی اظہار رائے اور برائے نام جمہوری اقدار کو پامال کرنے میں بدنام ہے، اسے کسی دوسرے ملک کو درس دینے کا حق کس نے دیا؟

کیا افغان بچوں اور بچیوں کو تعلیم کا حق دلانےوالے نام نہاد علمبردار پاکستان نے خود اپنے ملک کے اندر بچوں کو تعلیم فراہم کرنے کی ذمہ داری پوری کی ہے؟ پاکستانی حکومتی اعداد و شمار کے مطابق 26 ملین سے زائد بچے اسکولوں اور مدارس سے باہر اور محروم ہیں، جو اسکول یا مدارس نہ جانے والے بچوں کی تعداد کے اعتبار سے دنیا میں سب سے زیادہ تعداد ہے۔

یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ پاکستان کی ریاست اور خاص طور پر فوجی اسٹیبلشمنٹ نے ہمیشہ افغانستان کے معاملات میں مداخلت کی ہے، ہر افغان حکومت کو اپنی مرضی کے مطابق چلانے کی کوشش، سرحدی تنازعات کو ہوا دینا، تجارتی راستے بند کرکے افغانستان کی معیشت کو نقصان پہنچانا، تو کبھی دہشت گردی کے الزامات لگا کر افغان عوام کو عالمی سطح پر بدنام کرنا۔

یہ تمام وہ حربے ہیں جو پاکستان کی افغان پالیسی کا حصہ رہے ہیں، لیکن اب وقت بدل چکا ہے، افغانستان اب کسی بیرونی دباؤ میں آنے کے لیے تیار نہیں اور پاکستان کو بھی یہ تسلیم کرلینا چاہیے کہ وہ اب اپنے پرانے کھیل نہیں کھیل سکتا۔

پاکستان کو اگر واقعی انسانی حقوق اور آزادی کی فکر ہوتی تو سب سے پہلے اسے اپنے ملک میں جاری ظلم و ستم کو روکنا چاہیئے، پاکستانی اسٹیبلشمنٹ اور اس کے زیرِاثر حکومتیں ہمیشہ اپنی ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے کسی نہ کسی بیرونی مسئلے کو اچھالتی آئی ہیں، افغانستان پر تنقید اور دباؤ ڈالنے کی پالیسی بھی اسی سلسلے کا حصہ ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود پاکستان اس وقت شدید داخلی بحرانوں سے دوچار ہے۔

ملک میں سیاسی انتشار اپنی انتہا پر پہنچ چکا ہے، حالیہ سالوں میں پاکستانی سیاست میں جو کچھ ہوا، وہ پوری دنیا نے دیکھا، ایک منتخب حکومت کو فوجی اسٹیبلشمنٹ نے اپنی من پسند پالیسیوں کے تحت ختم کرکے ایسا سیاسی بحران پیدا کیا جو آج تک جاری ہے؛ انتخابات میں کھلی دھاندلی، میڈیا پر پابندیاں اور عدلیہ کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا، یہ سب وہ اقدامات ہیں جو پاکستان میں نافذ برائے نام جمہوریت کو ایک مذاق بنا چکے ہیں۔

بلوچستان میں ریاستی مظالم کی تاریخ کئی دہائیوں پر محیط ہے، ہزاروں بلوچ نوجوان جبری طور پر لاپتہ کر دیے گئے، سیکڑوں کی مسخ شدہ لاشیں ویران علاقوں سے ملیں اور جو باقی بچے وہ یا تو جیلوں میں ہیں یا ملک سے فرار ہونے پر مجبور ہو چکے ہیں، پاکستانی ریاست نے بلوچستان کے عوام کو ہمیشہ باغی اور علیحدگی پسند قرار دے کر ان کے جائز حقوق کو دبایا ہے، وہاں کے عوام کو تعلیم، روزگار اور بنیادی سہولیات سے محروم رکھا گیا ہے۔

جبری گمشدگیاں اور ماورائے عدالت قتل بلوچستان میں ایک معمول کا حصہ بن چکے ہیں، پاکستان کی فوجی اور خفیہ ایجنسیاں ہر اس شخص کو نشانہ بناتی ہیں جو ریاستی جبر کے خلاف آواز اٹھانے کی کوشش کرے؛ اگر پاکستان کو واقعی انسانی حقوق کا اتنا ہی خیال ہوتا تو اسے سب سے پہلے بلوچستان میں جاری مظالم کو روکنا چاہیے تھا، مگر اس کے بجائے ریاست وہاں مزید فوجی آپریشنز کر رہی ہے، مزید لوگوں کو غائب کر رہی ہے اور مزید قتل عام کا ارتکاب کر رہی ہے۔

خیبر پختونخواہ میں بھی حالات کچھ مختلف نہیں؛ وہاں کی عوام کو برائے نام دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر مسلسل نشانہ بنایا گیا، پاکستانی فوج نے جس انداز میں وہاں آپریشنز کیے، اس میں معصوم شہریوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا، پورے کے پورے گاؤں ملیا میٹ کر دیے گئے، بے گناہ شہریوں کو دہشت گرد قرار دے کر قتل کیا گیا اور جو لوگ اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھانے لگے، انہیں غدار اور ملک دشمن

قرار دے کر جیلوں میں ڈال دیا گیا۔
پاکستان کو دوسرے ممالک کے انسانی حقوق پر بات کرنے سے پہلے اپنے میڈیا کی حالت دیکھنی چاہیے، یہاں صحافیوں کو کھلے عام اغوا کیا جاتا ہے، تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور بعض اوقات قتل تک کر دیا جاتا ہے۔ میڈیا کو مکمل طور پر فوجی اسٹیبلشمنٹ کے کنٹرول میں رکھا گیا ہے اور جو بھی ان کے خلاف بولنے کی کوشش کرتا ہے، اسے یا تو خاموش کرا دیا جاتا ہے یا اسے ملک سے بھاگنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔
سال 2023ء میں شائع ہونے والی ''ہیومن رائٹس واچ'' کی رپورٹ کے مطابق، پاکستان میں بنیادی انسانی حقوق کی صورتحال تشویشناک حد تک خراب ہے، آزادئ اظہار رائے، اقلیتوں کے حقوق، خواتین کے حقوق اور سیاسی آزادیوں میں مسلسل کمی واقع ہو رہی ہے، پاکستان دنیا کے ان ممالک میں شامل کیا جاتا ہے جہاں بنیادی حقوق کی پامالی عام ہے۔
2024ء میں پاکستان کی انسانی حقوق کی صورتحال میں سنگین مسائل سامنے آئے ہیں، ''ورلڈ جسٹس پراجیکٹ رول آف لاڈیکس''نے پاکستان کو 140 ممالک میں سے 125 ویں نمبر پر رکھا، جو کہ انسانی حقوق کی فراہمی میں کم ترین درجہ بندی ہے۔
پاکستان کی اپنی وزارتِ انسانی حقوق کی رپورٹ کے مطابق 2021ء سے 2023ء تک پنجاب میں خواتین پر تشدد، زیادتی اور قتل کے 4,376 کیسز رپورٹ ہوئے، جو کہ دیگر صوبوں کی نسبت زیادہ ہیں اور یہ صرف ایک صوبے کی حالت ہے۔
اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے او آئی سی کانفرنس میں شمولیت کرنے والوں کو سمجھنا چاہیے کہ افغانستان کے معاملات میں مداخلت اور پاکستان کی سیاسی چالوں کا حصہ بننا غیر اخلاقی اور نقصان دہ ہے، اگر اجلاس واقعی انسانی حقوق اور خواتین کی تعلیم کے لیے ہوتا، تو سب سے پہلے پاکستان میں جاری جبری گمشدگیوں، فوجی جبر، اور آزادی اظہار رائے پر پابندیوں پر بات ہوتی۔
افغانستان ایک خودمختار ملک ہے اور او آئی سی کو چاہیے کہ وہ اسے دباؤ میں لانے کے بجائے برابری کی سطح پر تعلقات استوار کرے، افغان معیشت کی بحالی، تعلیم اور ترقی میں عملی اقدامات کیے جائیں، نہ کہ پاکستان کے ایجنڈے کو آگے بڑھایا جائے۔ اگر او آئی سی اپنی ساکھ برقرار رکھنا چاہتی ہے تو اسے پاکستان کی ریاستی چالوں سے خود کو دور رکھنا ہوگا اور حقیقی مسائل پر توجہ مرکوز کرنی ہوگی۔

ریاستِ پاکستان افغانستان کے سابقہ (جمہوری) حکومت کی پالیسی اور نقش قدم پر گامزن

تحریر: مفتی ابو حارث (فاضل ومتخصص جامعہ اسلامیہ مخزن العلوم کراچی)

حالات سے باخبر حضرات یہ بات اچھی جان چکے ہوں گے کہ پاکستان میں دو بڑی قوتوں (تحریک طالبان پاکستان اور سیکیورٹی اداروں) کے درمیان جس طرح عسکری میدان کی لڑائی عروج پر ہے، اسی طرح میڈیا کے محاذوں پر بھی فریقین خوب سرگرم نظر آرہے ہیں ۔
ایک طرف ٹی ٹی پی کے ورکرز روزمرہ کی بنیاد پر درجنوں سیکیورٹی اہلکاروں کو مار رہے ہیں، تو دوسری جانب سیکیورٹی ادارے ٹی ٹی پی کے خلاف ملک کے طول وعرض میں مسلسل چھاپوں اور آپریشنوں میں مصروف ہیں ۔ یعنی سرزمین پاکستان اور بالخصوص خیبر پختونخوا ایک میدان کار زار بن چُکا ہے، اور حالات سن 2013 سے بھی بھیانک شکل اختیار کر چکی ہے، ملک کی سیاسی، اور دفاعی صورتحال اس نہج پر تقریبا پہنچ چکی ہے، جس نہج پر اشرف غنی کا ادارہ (جمہوری حکومت) پہنچ چکا تھا، اشرف غنی کے ادارہ نے سقوط کے آخری مراحل میں دو کاموں کو خوب توجہ دی، اور بڑی دلیری سے انجام دئیے، اور یہی وہ اسباب ہیں جنکے اختیار کرنے سے کوئی بھی حکومت زوال اور شکست سے دو چار ہوسکتی ہے ۔
پہلا کام! اشرف غنی کے ادارہ نے پہلاکام یہ کیا کہ طالبان کے مقابلہ میں جہاں جہاں انکی رٹ کمزور ہو جاتی اور طالبان کا سامنا کرنے سے عاجز آتے تو بے چارے عوام پر اپنی بھڑاس نکالتے، اندھا دھند بمباریاں کرتے، عوامی آبادی، بازاروں اور مساجد کو ڈرون حملوں کا نشانہ بنادیا جاتا، توپ خانہ کا اسقدر بے دریغ استعمال کیا جاتا کہ بستیوں کی بستیاں ویرانوں میں بدل ڈالتے، تاکہ عوام تنگ اور پریشان ہوں اور طالبان کو اپنے مساجد، حجروں اور محلوں میں رہنے نہ دیں، اور علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں ۔ لیکن قربان جاؤں افغان قوم کی دینی غیرت اور قومی حمیت پر کہ انہوں نے تمام مظالم برداشت کرکے طالبان کے خلاف کسی قسم کے مخالف سرگرمی میں حکومت کا ساتھ نہیں دیا ۔ افغان قوم کے صبر و ثبات کا ثمرہ پوری دنیا نے دیکھ لیا کہ آج وہاں (افغانستان میں) ایسی مثالی امن قائم ہے کہ جس کی نظیر یورپ وامریکہ اپنی کئی سو سالہ تاریخ میں دکھانے سے قاصر ہیں ۔

ریاست پاکستان نے اشرف غنی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وہ سب مظالم قبائلی عوام کے ساتھ روا رکھے ہیں جو اشرف غنی کے ادارے نے افغانوں کے ساتھ روا رکھا تھا۔
خیبر کے وادی تیراہ "پیر میلہ" میں لوگوں سے بھرے بازار میں ڈرون حملہ کرکے سکول اور مدرسے کے بچوں سمیت کئی دکانداروں کو نشانہ بنایا گیا۔ شمالی اور جنوبی وزیرستان میں اس نوعیت کے کئی ڈرون حملوں میں عام آبادی کو ھدف بناکر بچوں بوڑھوں اور خواتین کو بھی نہایت ہی بےدردی کیساتھ شہید کیا گیا، اگر پاکستانی عوام اور بالخصوص خیبر پختونخوا کے اقوام بھی ریاست پاکستان کے مظالم کے مقابلے میں افغانوں کی طرح استقامت دکھائے تو پاکستان میں بھی افغانستان جیسے مثالی امن وامان قائم ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔
دوسرا کام! اشرف غنی کے ادارہ نے دوسرا کام یہ کیا کہ دولتی سطح پر انہوں نے ذرائع ابلاغ (میڈیا) پر طالبان کے خلاف خوب زھر اگلنا شروع کیا، اور طالبان کو بدنام کرنے کے لئے کئی حربے استعمال کئے، مثلاً ! افغان طالبان آئی ایس آئی کے پالے ہوئے ہیں، اور پاکستانی اداروں کے اغراض و مقاصد کی خاطر افغانیوں کو مار رہے ہیں، اور یہ جہاد نہیں بلکہ ایک کاروبار ہے، وغیرہ وغیرہ۔ تو کیا ان جیسے بے بنیاد پروپیگنڈوں نے انکو کوئی فائدہ دیا ؟ یا انکا فاسد جمہوری نظام برقرار رہا ؟
اور کیا ان پروپیگنڈوں سے طالبان کی ساکھ کو کوئی نقصان پہنچا ؟ آج پروپیگنڈوں والے کہاں ہے، اور طالبان عالیشان کہاں ہے، افغان قوم کے خیر خواہ اور ملک میں امن وامان کے رکھوالے کون ثابت ہوئے ؟
قارئین کرام! اسی ناکام پالیسی کو پاکستان کی ریاستی بدمعاشوں نے جوں کے توں اختیار کیا ہے، اور یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ گویا ہم بڑا تیر مار رہے ہیں اور کامیابی کی طرف گامزن ہیں، ایسے موقع پر کسی نے کیا خوب کہا تھا:

بترسم کہ نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
ایں راہ کہ تو میروی بترکستان است

ریاست پاکستان اور انکے رسمی اور غیر رسمی اکاؤنٹس نے بھی اشرف غنی کی ناکام سیاست کو اختیار کیا ہے، اُن پروپیگنڈوں میں سے ایک پروپیگنڈا وہ ہے جو تحریک طالبان پاکستان کے امیر مفتی نور ولی محسود ابو منصور عاصم صاحب کی ایک کال کو بطورِ ثبوت پیش کر کے یہ تاثر دلانے کی کوشش کی جا رہی ہے، کہ تحریک طالبان پاکستان کی قیادت افغانستان میں موجود ہے، اور وہاں سے اپنے ورکرز کو ھدایات دے رہے ہیں کہ جو تشکیلات اسوقت محاذوں پر موجود ہیں وہ استقامت دکھائے اور اپنے

مراکـز اور گھـروں کـی طـرف واپـس آنـے کـی زحمـت نـہ کریـں، اتنـی سـی بـات کـو پاکسـتانی میڈیـا اچھـال اچھـال کـر پیـش کرتـے نہیـں تھکتـے، کـہ دیکھـو ٹـی ٹـی پـی کـی قیـادت افغانسـتان سے اپنے ورکرز کو ھدایات دے رہے ہیں کہ محاذوں سے واپس افغانستان نہیں آنا۔

عقـل کـے پیدلـوں اور دنیاکـی نمبر ون انٹلیجنـس رکھنـے کـے دعویـداروں کـو کوئـی خبر نہیـں ہـے کہ ٹی ٹی پی کی قیادت کہاں ہے ؟

ارے عقـل کـے اندھـوں ! ٹـی ٹـی پـی کـے تـرجمان محمـد خراسـانی نـے تـو کئـی بـار اس بـات کا اعلان کیـا ہـے کـہ اگـر کسـی کـو ہماری قیـادت سـے ملنـے اور اس بـات کـی تصدیـق کـی چاہـت ہـو کـہ ٹـی ٹـی پـی کـی قیـادت کہـاں ہـے تـو ہـم اپنـے زیـر کنٹـرول علاقـوں میـں محفـوظ طریقـہ سـے غیـر جانبـدار صحافیـوں کـو بلا کـر اپنـی قیـادت سـے ملاقـات کـرا کـر انکـی انٹرویـو کرسـکتے ہیـں، مگـر کئـی ماہ گزرنـے کـے باوجـود بھـی ٹـی ٹـی پـی کـے اس مطالبـے پـر خاموشـی نظـر آرہـی ہـے، جسـکا واضـح مطلـب یہـی ہـے کـہ اگـر ریاسـتی قابـض ٹولـہ نـے کسـی کـو اجازت دی، اور ٹـی ٹـی پـی کـی قیـادت سـے ٹـی ٹـی پـی کـے زیـر کنٹـرول علاقـوں میـں ملاقـات کـرے، تـو دودھ کا دودھ اور پانـی کا پانـی ہـو جائـے گا، اور ریاسـت پاکسـتان کـی تمـام تـر پروپیگنـڈوں کـی حقیقـت کھـل کـر سـامنے آئـے گـی ۔ اس حقیقـت کـے سـامنے آنـے کـے بعـد امـارت اسلامیـہ افغانستان پر الزامات کا دھندا کیسے چلے گا اور امریکہ کی وفاداریاں کیونکر سمیٹے گا ؟

سـیکیورٹی اداروں کـے جنگـی وسـائل ، افـرادی قـوت اور آپریشـنز کـے مقابلـے میـں ٹـی ٹـی پـی کا تناسـب بہـت کـم ہـے، مگـر اس کـے باوجـود ٹـی ٹـی پـی کا حوصلـہ دن بـدن مسـتحکم، اور ریاسـت پاکسـتان بوکھلاہـٹ کا شـکار ہـو رہـی ہـے، ٹـی ٹـی پـی کـی حمایـت قومـوں کـے انـدر بـڑھ رہی ہے، اور فوج سے نفرتیں مزید جڑیں پکڑ رہی ہیں ۔

ٹـی ٹـی پـی کا قومـوں کـے سـاتھ نـرم گوشـے، علـماء کـرام سـے رہنمائـی، سیاسـی لوگـوں کیسـاتھ اخلاق سـے پیـش آنـے کـے باعـث قومـوں کیسـاتھ اعـتماد کا رشـتہ پختگـی کـی طـرف بـڑھ رہـا ہـے، جبکـہ فـوج کـی بدمعاشـی، ذخائـر پـر قبضـہ، جبری گمشـدگی ، گھـروں اور بـازاروں پـر اندھـا دھنـد بمباریـوں، امریکـہ اور مغربـی قوتـوں کـی غلامـی، بـد اخلاقـی اور بدسـلوکی کـی وجہ سے سیکیورٹی ادارے عوام کی نظروں میں نہایت حقیر وذلیل ہے ۔

ریاسـتی اداروں کـو بـے بنیـاد پروپیگنـڈوں کـے بجائـے ہـوش کـے ناخـن لینـے کـی ضرورت ہـے، اسـوقت تحریـک طالبـان پاکسـتان ایـک ناقابـل تسـخیر قـوت بـن چکـی ہـے، ریاسـت کـے بـے بنیـاد دعـوے ٹـی ٹـی پـی کـی مزیـد اسـتحکام کا ذریعـہ بـن رہـے ہیـں، نیـز امـارت اسلامیـہ افغانسـتان کـے خلاف بـے سرو پـا بیـان بـازی صرف امریکـی ایجنـڈا ہـے، جـو اہلیـان پاکسـتان کـو کسی بھی صورت قابل قبول نہیں ہے ۔

پاکستان افغانوں کی تاریخ سے عبرت حاصل کرے!

تحریر: ابو ھاجر الکردی

پاکستانی فوج کے حالیہ حملے اور صوبہ پکتیکا کے ضلع برمل میں عامل لوگوں کے گھروں پر بمباری، درحقیقت افغان سرزمین کی حدود کی کھلی خلاف ورزی اور جرم کے زمرے میں آتی ہے۔ یہ حملہ جس میں کئی بچے بھی شہید ہوئے، پاکستانی فوج کے ظالم اور بے رحم چہرہ بے نقاب کرتے ہیں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کی وزارتِ دفاع نے بھی اس مجرمانہ کاروائی کی مذمت میں پاکستانی حکومت کو خبردار کیا ہے اور اس حملے کو ملک اور اس کی حدود کی کھلی خلاف ورزی قرار دیا ہے۔

پاکستانی حکومت ہمیشہ افغانستان کا امن خراب کرنے کے در پے رہتی ہے اور اپنی کرتوتوں سے افغانوں کے وقار کو نقصان پہنچانا اور ان پر ظلم کرنا چاہتی ہے۔

اس حوالے سے چند نکات قابل ذکر ہیں :

١ پاکستانی ریاست کی اپنی ایسی کوئی تاریخ نہیں ہے کہ وہ افغانوں کو پہچان سکے تو پھر اپنے انگریزوں جیسے اپنے آقاؤں کی تاریخ پڑھ لیں اور دیکھ لیں کہ افغانوں کے عزم و ارادے نے عظیم برطانوی سلطنت کے ساتھ کیا سلوک کیا اور کیسے اسے اپنی سرزمین سے شرمناک انداز میں نکال باہر کیا۔

٢ اگر سینکڑوں سال کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کی ہمت نہیں تو کم از کم گزشتہ چار دہائیوں کی تاریخ کا مطالعہ ہی کر لیں کہ افغان قوم کا ایمان و استقامت مشرقی سلطنت (سوویت یونین) کے خلاف کیسی تھی اور افغان جوانمردوں نے روسیوں کو کیسا سبق سکھایا اور تاریخ کے اوراق میں کس طرح ثبت ہو گئے؟

٣ اگر گزشتہ چالیس سال کی تاریخ پڑھنے کی بھی ہمت نہیں تو کم از کم گزشتہ بیس سال کے واقعات کا مطالعہ ہی کر لیں کہ فاتحین کی سرزمین کے شیر کس طرح نیٹو حملے کے بالمقابل کھڑے ہوئے اور انہوں نے کس طرح دورِ حاضر کے جارحیت پسندوں کو ناکوں چنے چبوائے۔

اگر یہ تاریخ پڑھنے کی بھی ہمت نہیں تو پھر ہم کہنا چاہتے ہیں کہ اس سرزمین کے شیر ایک اور درس تاریخ کے اوراق میں آنے والی نسلوں کے لیے پاکستانی حکمرانوں کے حوالے سے بطور عبرت ثبت کر دیں گے۔ افغان قوم بہادری اور استقامت کے لیے جانی جاتی ہے اس لیے پاکستانی حکومت کو چاہیے کہ افغانوں کے قہر سے بچ کر رہے۔

او آئی سی کا دوہرا معیار؛ ملالہ کی حمایت، افغان خواتین کے حقوقکے بارے میں تشویش لیکن فلسطین کی حالتِ زار پر خاموشی

تحریر: اہرام خان

21اگست 1969ء کو ایک آسٹریلوی عیسائی ڈینس مائیکل نے بیت المقدس میں مسجد اقصی کے 800 سالہ قدیم منبر کو آگ لگا دی، جس کی لپیٹ میں مسجد اقصیٰ کی چھت بھی آ گئی، اس واقعہ کے بعد پورے عالمِ اسلام میں تشویش کی لہر دوڑ گئی؛ اُس وقت کے مفتیٔ اعظم فلسطین امین الحسینی نے شدید احتجاج کیا اور پورے عالمِ اسلام کو اِس واقعہ پر مضبوط مؤقف اختیار کرنے کی دعوت دی۔

مفتی اعظم فلسطین کی پکار پر سعودی عرب اور مراکش نے قائدانہ کردار ادا کیا، ان کی کوشش سے مراکش کے شہر رباط میں مسلم دنیا کے سربراہ اکٹھے ہوئے۔ 25 ستمبر 1969ء کو اسلامی سربراہی کانفرنس کی باقاعدہ بنیاد رکھی گئی، اس کے6 ماہ بعد ایک مرتبہ پھر سعودی عرب نے اسلامی ممالک کے تمام وزراء خارجہ کا پہلا باقاعدہ اجلاس جدہ میں منعقدکیا، 1972ء میں او آئی سی کو باقاعدہ تنظیم کی شکل دی گئی اور یہ طے پایا کہ اس تنظیم میں وزرائے خارجہ کا اجلاس ہر سال ہوگا جبکہ سربراہی اجلاس ہر 3 سال بعد ہوا کرے گا۔

او آئی سی کے منشور میں کہا گیا کہ اسلامی، اقتصادی اقدار کا تحفظ، آپس میں یکجہتی کا فروغ، سماجی، اقتصادی، ثقافتی، سائنسی اور سیاسی شعبوں میں تعاون کے فروغ، عالمی امن و سلامتی کے قیام کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم خاص طور پر سائنس و ٹیکنالوجی کو فروغ دیا جائے گا۔

لیکن بدقسمتی سے تنظیم نے اسلام اور مسلمانوں کے حقوق کے لیے کوئی خاطر خواہ اقدامات نہیں کئے، ان کی کارکردگی صرف چند اجلاسوں تک ہی محدود رہی ہے۔

فلسطین اور مسجد اقصی کے خلاف ہونے والے ایک اقدام کے رد عمل میں وجود میں آنے والی تنظیم کو اب فلسطین میں ہونے والے مظالم نظر نہیں آتے، وہاں ہونے والی نسل کشی پر انہیں بولنے یا کوئی قدم اٹھانے کی ہمت نہیں ہوتی مگر اسلام اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیے انہیں اسلامی ممالک میں مداخلت کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔

اس تنظیم کی غیر سنجیدگی اور کمزور کردار کا اندازہ اس سے لگائیں کہ اب ملالہ یوسفزئی جیسی متنازعہ کردار کے حامل افراد بھی اس پلیٹ فارم کو استعمال کرتے ہوئے اپنی اسلام دشمنی کا برملا اظہار کریں گے۔

پاکستان میں منعقد ہونے والی اس کانفرنس میں شریک ملالہ یوسفزئی ایک ایسی شخصیت ہیں جنہوں نے مغربی میڈیا کے ذریعے شہرت حاصل کی، انہوں نے ماضی میں اسلام اور اسلامی اقدار کے خلاف ایسے بیانات دئیے جو مسلمان کیا کوئی غیر مسلم بھی ایسا کچھ کہنے سے پہلے کئی دفعہ سوچے گا، ان کا کردار اور بیانات اس بات کا واضح اشارہ دیتے ہیں کہ ملالہ نہ صرف مغربی ایجنڈے کی حمایت کرتی ہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف چلنے والی عالمی سازشوں میں بھی شامل ہیں، ان کا مغربی اداروں اور قوتوں کے ساتھ تعلق، ان کی سوچ کو مزید مشکوک بناتا ہے، اور ان کے اسلام مخالف بیانات ان کے مغرب پرستانہ مؤقف و نظریے کی عکاسی کرتے ہیں۔

ملالہ یوسفزئی نے ایک بار پردہ اور برقعے کو "زمانہ جاہلیت" کی علامت قرار دیا، جو کہ ایک انتہائی توہین آمیز بات ہے، مسلمان معاشرے میں پردے کو عزت اور عفت کا نشان سمجھا جاتا ہے اور ملالہ کا یہ بیان صرف اسلامی اقدار کی تضحیک ہی نہیں بلکہ مسلم خواتین کی عزت کا بھی مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔

اس کے علاوہ ملالہ نے داڑھی رکھنے کو "فرعون" کا عمل قرار دے کر ایک اور سنگین توہین کی مرتکب ہوئی ہیں۔

داڑھی اسلام میں سنت بلکہ واجب کے درجے میں ہے اور مردوں کے لیے عزت کی علامت ہے، لیکن ملالہ کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو ایک قدیم اور غیر ترقی یافتہ تصور کرتی ہیں، جو حقیقت میں ان کی مغربی سوچ وفکر کی غماز ہیں۔

ملالہ کا مغربی ایجنڈے سے تعلق اس بات کو مزید تقویت دیتا ہے کہ وہ اسلام کے حقیقی اصولوں اور مسلمانوں کی فلاح کے بجائے مغربی مفادات کی نمائندگی کرتی ہیں، ان کی کتاب "میں ملالہ ہوں" اسلام کی مخالفت اور توہین آمیز عبارتوں سے بھری پڑی ہے؛ بی بی سی جیسے اداروں کے ساتھ ان کا گہرا تعلق اور ان کے اسلام و احکام اسلام مخالف بیانات، یہ سب اس بات کا اشارہ ہیں کہ ملالہ ایک ایسی شخصیت ہیں جو مسلمانوں کے مسائل کو اجاگر کرنے کے بجائے ان کے خلاف مغربی پروپیگنڈہ پھیلانے کا کام کر رہی ہیں۔

افغان خواتین کے حقوق سے متعلق ان کے بیانات بھی سوالات کو جنم دیتے ہیں کہ اگر

ملالہ کو واقعی افغان خواتین کی حالت پر تشویش تھی تو انہیں اسلامی اقدار اور افغان ثقافت کا احترام کرنا چاہیئے تھا جس سے وہ بالکل بے خبر ہے، مغرب کی جانب سے افغان خواتین کو "بازیچے" کے طور پر پیش کرنا اور پھر ملالہ کو ان کے حقوق کا علمبردار باور کروانا، افغان خواتین کی توہین کے مترادف ہے؛ یہ سب کچھ مغربی ایجنڈے کا حصہ ہے جس کا مقصد اسلامی ثقافت اور اقدار کو مٹانا ہے۔

ملالہ یوسفزئی کے بارے میں تو سب کو معلوم ہے کہ وہ مشہور ہونے سے پہلے سی آئی اے(CIA) کے ایجنٹس کے ساتھ خفیہ ملاقاتیں کرتی تھی، ان ملاقاتوں کی تصاویر بھی میڈیا پر آچکی ہیں، جن ملاقاتوں کا مقصد مسلمانوں اور اسلام کو بدنام کرنا اور اس کام کے لیے منصوبے بنانا تھا۔

او آئی سی جیسے پلیٹ فارم پر ملالہ یوسفزئی کی شرکت مسلمانوں کے مفادات اور عالم اسلام کے لیے ایک ناقابل قبول عمل ہے، او آئی سی کے اجلاس اور کانفرنسوں میں ایسی شخصیات کو مدعو کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، جو اسلام کے بنیادی اصولوں اور اقدار کی توہین کی مرتکب ہوں، ایسے افراد کی حمایت اسلام کے آفاقی حقائق و سچائیوں کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے بجائے مغربی مفادات کو فروغ دینے کے سوا کچھ نہیں۔

ملالہ یوسفزئی کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اسلام کی توہین کرنے والی مغرب کی ایک کٹھ پتلی ہیں، جو مسلمانوں کے لیے کسی بھی طرح سے مفید ثابت نہیں ہو سکتیں۔

او آئی سی کا اس طرح کا دوہرا معیار اس کی سیاسی منافقت اور مسلمانوں کے حقوق کے لیے اس کے کمزور کردار کو ظاہر کرتا ہے۔

جب تک او آئی سی اپنے مؤقف میں تسلسل اور یکسانیت نہیں لاتی اور فلسطین سمیت دیگر اہم مسائل پر بھی اسی شدت سے ردِعمل ظاہر نہیں کرتی، جس طرح آج وہ اسلامی ممالک میں مداخلت کرکے ظاہر کرتی ہے، تب تک عالمی سطح پر اس کے اثر و رسوخ کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

او آئی سی کو نہ صرف افغانستان میں بلکہ فلسطین میں بھی خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لیے مؤثر اور یکساں پالیسی اپنانی ہوگی تاکہ عالم اسلام میں اس کی صداقت اور اہمیت قائم رہ سکے۔

کیا حاجی خلیل الرحمن حقانی کی شہادت ریاست کی کمزوری اور دشمن کی طاقت پر دلالت کرتی ہے؟

تحریر: اللہ نور امیری

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جمہوری حکومت کے سقوط کے ساتھ ہی افغانستان کی امارت اسلامی نے ملک کے تمام شہروں، دیہاتوں، میدانوں، پہاڑوں پر اپنا مبارک اور امن کا سفید پرچم لہرایا اور ملک کے تمام طبقات کے درمیان اتحاد، یکجہتی اور اسلامی اخوت کا ماحول قائم کیا؛ ملک کے گوشے گوشے میں عوام نے اپنی فتح اورعالمی استعماری طاقتوں کی شکست اور زوال کے دن کو بہت خوشی سے منایا۔

امارت نے افغان نوجوانوں کو ملک کی تعمیر، ترقی اور از سرِنو بحالی کی امیدیں اور آرزوئیں بخشیں، جہاد اور محاذوں کے سپاہیوں نے بغیر کسی تاخیر اور آرام کے پورے ملک میں کلمہ طیبہ سے مزین پرچم کے زیرِ سایہ خالص شرعی نظام کے قیام کا اعلان کیا، ایسا نظام جس کا احیاء اسلامی خلافت کے سقوط کے بعد معاصر عالمی استبدادی کفری نظام کے ہوتے ہوئے کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔

وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ تمام وزارتیں فعال ہوگئیں اور اپنے روزمرہ کے کام اور خدمات معمول کے مطابق شروع کر دیں۔ اسی طرح فوجی شعبے میں تربیت یافتہ اسلامی فوج، انٹیلی جنس اور پولیس کے قیام کے عمل پر تیزی سے کام شروع کیا گیا۔ اب تین سال گزر چکے ہیں اور ہمارا ملک ایک منظم تربیت یافتہ فوج، انٹیلی جنس اور فعال محکمہ پولیس کا حامل ہے، جس کے بناء پر ملک کی سرحدیں، شہر، گاؤں اور بستیوں میں امن و امان قائم ہے۔

آج کسی کو یہ جرأت نہیں کہ وہ حکومتی نظام کے خلاف اعلانیہ بغاوت کرے اور موجودہ امن کی فضا کو نقصان سبوتاژ کرے، یہی نظام کی طاقت اور کامیابی کا بڑا راز ہے۔ تاہم ہدفی واقعات دشمن کی طاقت اور مضبوطی کا ثبوت نہیں ہیں، کیونکہ ہدفی قتل دنیا کے سب سے ترقی یافتہ ممالک جیسے امریکہ، روس، جاپان اور دیگر میں بھی وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے ہیں اور ان ممالک میں بھی بڑے حکومتی اہلکاروں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔

حالانکہ یہ ممالک لاکھوں کی تعداد میں تربیت یافتہ فوج رکھتے ہیں اور ایسی تربیت یافتہ انٹیلی جنس قوت، وسائل اور مراکز رکھتے ہیں کہ جو ہر سال اپنے پورے ملک کا

نصـف بجـٹ ان پـر خـرچ کرتـے ہیـں اور یـہ وہ ممالـک ہیـں جـو ہـزار سـالوں سـے اپنـے ملکـوں میں جنگ وجدل نہیں دیکھ پائے۔

تـو کیـا اس کا مطلـب یـہ ہـے کـہ یـہ ممالـک کمـزور ہیـں اور اپنـے دفـاع کـے قابـل نہیـں؟ یـا پھـر افغانسـتان کـی امـارت اسلامـی جـو پـورے مغربـی اسـتعماری طاقتـوں کـو میـدان جنـگ میـں خـاک چٹاچکـی ہـے، اب ان بـے ایمان اور اجرتـی داعشـی قاتلـوں کـے مقابلـے میـں شکسـت کھـا گئی ہے؟ نہیں، نہیں، ایسا نہیں ہے۔

اس کا جـواب یـہ ہـے کـہ ہـر وہ خفیـہ دشـمن جـس کـی جنـگ اور مزاحمـت کھلـے میـدان میـں نـہ ہـو اور ان کـے مراکـز معلـوم نـہ ہـوں، جـس کـے جنگجـوؤں اور سازوسـامان کا انـدازہ ممکنـہ حـد تـک واضـح نـہ ہـو، جـس کـے کسـی علاقـے کـو قبضـے میـں لینـے اور فتـح کرنـے کا ارادہ نـہ ہـو اور جـس کـے پـاس اپنـا ہـدف مکمـل کرنـے کـے بعـد اپنـے تحفـظ کـے لیـے کوئـی محفـوظ مقـام نـہ ہـو تـو اسـے صـرف ایـک بـے غیـرت اور بـزدل دشـمن کہـا جـا سـکتا ہـے؛ اس دشـمن کـو اپنـی طاقـت و اسـتطاعت کـے مطابـق روکنـا چاہیـے، لیکـن یـاد رکھیـں! ایسـی بزدلانـہ کاروائیـاں کبھـی بھـی کسـی حکومتـی نظـام کـی قـوت کـو چیلنـج نہیـں کرسـکتیں اور نـہ ہـی یـہ پاکیـزہ مقاصـد کـو حاصل کرنے کی راہ میں رکاوٹ یا خلل ڈال سکتی ہیں۔

لہـذا دنیـا اور ہمسـایہ ممالـک کـو چاہیـے کـہ وہ امریـکا اور ان کـے اتحادیـوں کـی شرمنـاک شکسـت سـے عبرت حاصـل کریـں اور اب افغانسـتان میـں اپنـے غیرقانونـی انٹیلی جنس مقاصـد کے حصول کے لیے ایک بے مثال اسلامی نظام کو کمزور کرنے کے خواب دیکھنا چھوڑدیں

امارت اسلامی افغانستان کی خودمختار خارجہ پالیسی، ایک نئے باب کا آغاز

تحریر: عبدان صافی

افغان وزیر خارجہ کی بھارتی سیکرٹری خارجہ وکرم مِسری سے حالیہ ملاقات پر پاکستانی اداروں کے سوشل میڈیا اکاؤنٹس کی جانب سے شدید پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے، یہ ردعمل اس پالیسی کا عکاس ہے جو افغانستان کے داخلی معاملات میں بے جا مداخلت پر مبنی رہی ہے اور جس نے دونوں ممالک کے تعلقات میں بداعتمادی کو جنم دیا ہے۔

پاکستان کی روایتی افغان پالیسی، جس میں اسٹریٹجک معاملات اور اپنی مرضی کی حکومت مسلط کرنے کی سوچ نمایاں رہی ہے، آج مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ دوسری طرف امارتِ اسلامی افغانستان ایک آزاد اور خودمختار خارجہ پالیسی اختیار کرچکی ہے، جس میں تمام علاقائی قوتوں کے ساتھ متوازن تعلقات استوار کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

پاکستان نے گزشتہ دو دہائیوں سے افغانستان کے داخلی امور میں جس طرز کی مداخلت کی، اس نے افغانستان کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ خود پاکستان کے لیے بھی مسائل پیدا کیے، طالبان کے اقتدار ہاتھ میں لینے کے بعد اسلام آباد کو توقع تھی کہ کابل اس کے تابع رہے گا لیکن طالبان حکومت نے قومی خودمختاری کو مقدم رکھا۔

پاکستان نے متعدد مواقع پر افغانستان کو دباؤ میں لانے کی کوشش کی، جس میں سرحدی پابندیاں، سفارتی بیانات اور حالیہ ہوائی حملے شامل ہیں، مگر اس کا نتیجہ برعکس نکلا؛ افغانستان میں پاکستان مخالف جذبات میں اضافہ ہوا، جبکہ طالبان نے واضح کردیا کہ وہ کسی بھی دباؤ میں آئے بغیر قومی مفاد کے مطابق فیصلے کریں گے۔

پاکستان کی یہ پالیسی اس حد تک غیر دانشمندانہ رہی ہے کہ وہ افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کی وجہ سے عالمی طور پر تنہا ہوچکا ہے، حالیہ فضائی حملے اس کی سب سے بہتر مثال ہیں، جو نہ صرف بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہیں بلکہ دونوں ممالک کے درمیان مزید دوری کا باعث بھی بنے ہیں، اگر اسلام آباد نے اپنی پالیسی پر نظرثانی نہ کی تو مستقبل میں اسے مزید سفارتی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑے گا۔

افغـان وزیـر خارجـہ کـی بھارتـی سیکرٹری خارجـہ وکـرم مِسری سـے حالیـہ ملاقـات پـر پاکستانی اداروں کـے سوشـل میڈیـا اکاؤنٹس کـی جانـب سـے شـدید پروپیگنڈہ کیـا جـا رہـا ہـے، یـہ ردعمـل اس پالیسـی کا عـکاس ہے جـو افغانسـتان کـے داخلـی معـاملات میـں بـے جـا مداخلـت پـر مبنـی رہی ہے اور جس نے دونوں ممالک کے تعلقات میں بداعتمادی کو جنم دیا ہے۔

پاکسـتان کـی روایتـی افغـان پالیسـی، جـس میـں اسـٹریٹجک معـاملات اور اپنـی مرضـی کـی حکومـت مسلط کرنـے کـی سـوچ نمایـاں رہـی ہـے، آج مکمـل طـور پـر نـاکام ہـو چکـی ہـے۔ دوسری طـرف امـارتِ اسلامـی افغانسـتان ایـک آزاد اور خودمختـار خارجـہ پالیسـی اختیـار کرچکـی ہـے، جـس میـں تمـام علاقائـی قوتـوں کـے سـاتھ متـوازن تعلقـات اسـتوار کرنـے کـی کوشـش کـی جـا رہی ہے۔

پاکسـتان نـے گزشـتہ دو دہائیـوں سـے افغانسـتان کـے داخلـی امـور میـں جـس طـرز کـی مداخلـت کـی، اس نـے افغانسـتان کـو نقصـان پہنچانـے کـے سـاتھ سـاتھ خـود پاکسـتان کـے لیـے بھـی مسـائل پیـدا کیـے، طالبـان کـے اقتـدار ہاتـھ میـں لینـے کـے بعـد اسلام آبـاد کـو توقـع تھـی کـہ کابل اس کے تابع رہے گا لیکن طالبان حکومت نے قومی خودمختاری کو مقدم رکھا۔

پاکسـتان نـے متعـدد مواقـع پـر افغانسـتان کـو دبـاؤ میـں لانـے کـی کوشـش کـی، جـس میـں سرحـدی پابندیـاں، سـفارتی بیانـات اور حالیـہ ہوائـی حملـے شـامل ہیـں، مگـر اس کا نتیجـہ برعکـس نـکلا؛ افغانسـتان میـں پاکسـتان مخالـف جذبـات میـں اضافـہ ہـوا، جبکـہ طالبـان نـے واضح کردیا کہ وہ کسی بھی دباؤ میں آئے بغیر قومی مفاد کے مطابق فیصلے کریں گے۔

پاکسـتان کـی یـہ پالیسـی اس حـد تـک غیـر دانشمندانہ رہـی ہـے کـہ وہ افغانسـتان کـے اندرونـی معـاملات میـں مداخلـت کرنـے کـی وجـہ سـے عالمـی طـور پـر تنہـا ہوچکا ہـے، حالیـہ فضائـی حملـے اس کـی سـب سـے بہتـر مثـال ہیـں، جـو نـہ صـرف بیـن الاقوامـی قوانیـن کـی خلاف ورزی ہیـں بلکـہ دونـوں ممالـک کـے درمیـان مزیـد دوری کا باعـث بھـی بنـے ہیـں، اگـر اسلام آبـاد نـے اپنـی پالیسـی پـر نظرثانـی نـہ کـی تـو مسـتقبل میـں اسـے مزیـد سـفارتی چیلنجـز کا سـامنا کرنا پڑے گا۔

امـارتِ اسلامـی افغانسـتان کـی خارجـہ پالیسـی ایـک آزاد اور متـوازن سـمت میـں آگـے بـڑھ رہـی ہـے، طالبـان نـے واضـح کردیـا ہـے کـہ وہ کسـی ایـک ملـک پـر انحصـار نہیـں کریـں گـے بلکـہ تمام ہمسایہ ممالک کے ساتھ برابری کی سطح پر تعلقات قائم کریں گے۔

بھارتـی سیکرٹری خارجـہ کـے سـاتھ افغـان وزیـر خارجـہ کـی ملاقـات اسـی پالیسـی کا تسلسـل ہـے، طالبـان نـے ہندوسـتان کـے سـاتھ اچھـے تعلقـات قائـم رکھنـے کا فیصلـہ کیـا ہـے کیونکـہ

افغانستان کو اقتصادی، تجارتی اور سفارتی میدان میں تمام ممالک کے ساتھ تعاون کی ضرورت ہے، اس کے علاوہ ہندوستان خطے میں ایک اہم قوت ہے اور افغانستان میں ترقیاتی منصوبوں میں اس کا اہم کردار رہا ہے۔

طالبان حکومت اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ تعلقات صرف ایک ملک تک محدود رکھنا دانشمندی نہیں بلکہ تمام طاقتوں کے ساتھ بہتر سفارتی تعلقات قائم کرنا ہی طویل مدتی استحکام کا ضامن ہے۔

یہی رویہ طالبان نے وسطی ایشیائی ریاستوں، ایران، چین اور روس کے ساتھ بھی اپنایا ہے، ازبکستان اور ترکمانستان کے ساتھ تجارتی تعلقات کو فروغ دیا جا رہا ہے، جبکہ ایران اور چین کے ساتھ بھی اقتصادی تعاون میں اضافہ ہو رہا ہے، ان ممالک کے ساتھ تعلقات کا بڑھنا اس امر کا ثبوت ہے کہ افغانستان عالمی تنہائی سے نکل کر ایک خودمختار ریاست کے طور پر اپنی پوزیشن مستحکم کر رہا ہے۔

پاکستان نے ہمیشہ سے افغانستان کو اپنے تابع ریاست کے طور پر دیکھنے کی کوشش کی، لیکن طالبان حکومت نے واضح کردیا ہے کہ وہ اپنی خودمختاری پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کرے گی، حالیہ فضائی حملوں نے پاکستان اور افغانستان کے درمیان عدم اعتماد کو مزید بڑھا دیا ہے اور اگر یہی رویہ اسی طرح برقرار رہا تو مستقبل میں دونوں ممالک کے تعلقات مزید کشیدہ ہو سکتے ہیں۔

پاکستان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ افغانستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات صرف برابری اور باہمی احترام کی بنیاد پر ہی ممکن ہیں۔

اگر اسلام آباد اپنی پرانی پالیسی پر اصرار کرتا رہا تو وہ نہ صرف افغانستان بلکہ دیگر علاقائی قوتوں سے بھی خود کو مزید الگ تھلگ کرلے گا، طالبان کی پالیسی واضح ہے کہ وہ ہر ملک کے ساتھ برابری کی بنیاد پر تعلقات چاہتے ہیں اور اگر پاکستان بھی اسی اصول کو اپنائے تو دونوں ممالک کے درمیان تعلقات میں بہتری آ سکتی ہے۔

افغانستان: مکمل امن وآشتی کی سرزمین!

تحریر: جنید زاہد

پوری دنیا نے اپنے ذہن میں یہ سوچا رکھا ہے کہ افغانستان جنگوں اور تنازعات کی جگہ ہے، ہم دنیا کو دکھانا چاہتے ہیں کہ افغانستان اب ایک مضبوط اور مستحکم نظام کے سائے میں پرامن زندگی کے لیے ایک محفوظ جگہ ہے۔

دنیا نے اس خطے کو جنگوں اور تباہی کی جگہ دکھانے کی کوشش کی اور لوگوں کو باور کرایا کہ افغانستان امن کے لیے موزوں جگہ نہیں ہے۔

لیکن حقیقت اس کھینچی ہوئی تصویر کے خلاف ہے، افغانستان پرامن اور مہمان نواز لوگوں کی سرزمین ہے اور اب اسلامی نظام کی آمد سے ایک محفوظ و پرامن جگہ ہے۔

داعش اور علاقائی و عالمی انٹیلی جنس ادارے، جو اس سرزمین میں وقتاً فوقتاً تصادم کی فضا قائم کرتے ہیں، اب اس خطے کے حالات خراب کرنے، اس سرزمین کو جنگ اور خونریزی کا میدان بنانے اور یہاں دوبارہ قبضہ کرنے کی حالت میں نہیں۔

جو لوگ اس سرزمین کو غیر محفوظ بنانے کا سوچ رہے ہیں وہ ظاہر ہے اپنی زندگیوں سے کھیل رہے ہیں کیونکہ یہ نظام اور اس کی سیکیورٹی فورسز کبھی بھی کسی تنظیم یا کسی فرد کو اس اسلامی سیاسی نظام کو تباہ کرنے کی اجازت نہیں دیں گی۔

افغانستان میں موجودہ سیکورٹی اس قدر قابل تحسین ہے کہ مغربی رہنما بھی اس حقیقت کو تسلیم کر چکے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نظام کے آنے سے افغانستان کا شمار خطے کے محفوظ ترین ممالک میں ہوتا ہے۔

افغانستان میں امن وامان کی ایسی صورتحال ہے جو بہت سے ممالک میں ناپید ہے، یہاں کے تمام باشندے امن وسکون سے زندگیاں بسر کررہے ہیں، افغانستان کے امن وامان کی خاصیت ہے کہ یہ ہر قوم اور نسل کے لیے یکساں ہے، یہاں کسی کو امتیازی سلوک کا سامنا نہیں۔

جو سیاح یہاں کی سیر کے لیے آتے ہیں وہ ابتدا میں کچھ خائف ہوتے ہیں لیکن چند دنوں کے بعد ان کے لیے اس کی خوبصورتی، امن وامان اور قدرتی حسن سے جدا ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔

یہ دعویٰ بے بنیاد نہیں ہے بلکہ آپ یہاں آنے والے سیاحوں کے ورچوئل پیجزاور تحریری رپورٹس دیکھ کر جائزہ لیں، آپ کو یقین ہو جائے گا کہ انہوں نے یہاں کے اسلامی نظام اور سکیورٹی کی کتنی تعریف کی ہے۔

فصل پنجم

مختلف تحریریں

پاکستان نے پشاور اور اس سے ملحقہ علاقوں میں داعش کے تربیتی مراکز کے وجود کا اعتراف کرلیا

تحریر: ادارہ المرصاد

امارت اسلامی افغانستان کے حکام نے المرصاد کی بار بار آنے والی رپورٹوں کی تائید کرتے ہوئے کہا ہے کہ خراسان کے خوارج پاکستان میں تربیتی مراکز بنائے ہوئے ہیں، جہاں وہ اپنے جنگجوؤں کو تربیت دے کر انہیں افغانستان کے ساتھ ساتھ دیگر ہمسایہ ممالک بھیجتے ہیں۔

حال ہی میں پاکستان کی فوج کی پروپیگنڈہ مشینری کے ساتھ جڑی ایک میڈیا رپورٹ نے انسداد دہشت گردی کے ذرائع سے تصدیق کی ہے کہ داعش نے پشاور شہر اور اس کے ارد گرد کے علاقوں میں خودکش حملوں کے لیے تربیت بنائے ہوئے ہیں، جہاں اپنے جنگجوؤں کو تربیت دیتی ہے۔

خیبر کرونیکلز نامی میڈیا نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ انہی تربیتی کیمپوں میں تربیت حاصل کرنے والے داعش کے جنگجوؤں کو پاکستان کے سیاسی رہنماؤں اور دیگر اہم اہداف پر حملے کرنے کی منصوبہ بندی سونپی گئی ہے۔ (المرصاد نے گذشتہ اکتوبر میں اطلاع دی تھی کہ داعش پاکستان میں اہم مذہبی اور سیاسی شخصیات اور ان افراد کو نشانہ بنانے کی منصوبہ بندی کر رہی ہے جو پاکستانی حکومت کے مخالف ہیں)۔ خیبر کرونیکلز نے یہ باتیں اس رپورٹ میں کی ہیں جو اس نے پشاور میں تین داعشیوں کی گرفتاری کے بارے میں شائع کی تھی۔

یہ میڈیا ادارہ پاکستانی فوج اور سیکیورٹی اداروں کے پریس ونگ ISPR سے قریبی تعلقات رکھتا ہے اور اس کی مالی معاونت بھی اسی ادارے کی جانب سے کی جاتی ہے؛ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس میڈیا ادارے کا زیادہ تر فوکس خیبر پختونخوا اور قبائلی علاقوں کی سیاسی اور سیکیورٹی صورتحال پر ہے اورISPR کے تعاون سے دیگر اداروں کی طرح، اپنی ویب سائٹ اور سوشل میڈیا اکاؤنٹس کے ذریعے صرف فوج کے موقف کو بالواسطہ طور پر کوریج فراہم کرتا ہے اور اس کے علاوہ دیگر نشریات نہیں کرتا۔

داعشی رہنماؤں کی مالی بدعنوانیاں، ان کے کارکنوں میں تشویش پیدا کر رہی ہیں!

تحریر: ادارہ المرصاد

رواں ماہ رجب کی آٹھ تاریخ کو داعشیوں نے مختلف زبانوں میں پوسٹرز شائع کیے، جن میں انہوں نے اپنے ہم خیال لوگوں کو ہدایت دی کہ مالی امداد ان لوگوں کو دی جائے جو خوارج کی طرف سے متعارف کرائے گئے ذمہ داران ہیں۔

یہ پوسٹرز ایک غیر معروف نشریاتی ادارے "البصائر" نے تیار کیے، اور بعد میں داعشیوں کے فرسان الترجمۃ گروپ نے ان پوسٹرز کو فرانسیسی اور انگریزی سمیت تمام زبانوں میں ترجمہ کیا، جن کے ذریعے داعشی خوارج اپنی رسمی اور غیر رسمی پروپیگنڈے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ان پوسٹرز میں لکھاگیا کہ خوارج کی مدد کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے، ساتھ میں لکھا کہ "لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اللہ کی راہ میں مجاہدین، قیدیوں، یتیموں اور بیواؤں کے لیے جمع کی گئی رقم کا بڑا حصہ مستحق افراد تک نہیں پہنچتا۔"

داعشیوں نے ان پوسٹرز میں دھمکی دی ہے کہ جو لوگ امداد جمع کرتے ہیں اور "من مانے طریقے سے تقسیم کرتے ہیں، ان کا بہت جلد احتساب کیا جائے گا اور ان کے خلاف ضروری اقدامات کیے جائیں گے۔"

جہاد کے نام پر پیسے جمع کرنا اور پھر انہیں ذاتی مقاصد کے لیے خرچ کرنا، داعش کے مالی ذمہ داران کے مابین ایک معمول بن چکا ہے، اسی طرح حالیہ دھمکیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ داعش کے مالی انتظام میں یہ فساد مزید پھیل چکا ہے۔ 2022ء مارچ کے مہینے میں داعش نے کہا تھا کہ 'آفاق' نامی ایک سرگرم میڈیا ادارے کے داعشیوں نے جمع کیے گئے پیسے اپنے ذاتی کاموں میں خرچ کیے تھے، ان پیسوں کے ذریعے انہوں نے ایک کمپنی قائم کی تھی۔

عراق، شام، افغانستان اور دیگر علاقوں میں شدید شکستوں کے بعد داعش کے مالی مسائل بڑھ گئے ہیں، اور یہ پوسٹرز کا پھیلاؤ بھی ان کی جانب سے لوگوں سے پیسے جمع کرنے کی کوششوں کا حصہ ہے۔

داعشیوں نے اپنے اقتدار کے دنوں میں اقتصادی تجربے کے نام پر ایک منصوبہ شروع کیا تھا جس کے تحت وہ ہر علاقے کے مرکزی دفتر کو قبضہ کیے گیے یا چھینے گئے مال

کا 25٪ حصہ دیتے، اور مرکزی تنظیم ان پیسوں کو اپنے اور دیگر شعبوں کے اخراجات کے لیے استعمال کرتی۔ تاہم، متعدد علاقوں میں شکست کے بعد یہ منصوبہ ناکام ہوگیا اور اب داعش کی مالی ذرائع وہ پیسے ہیں جو وہ اپنے حامیوں سے بھیک مانگ کر اور عام مسلمانوں سے زبردستی لیتے ہیں۔

امریکہ کے شہر لاس اینجلس میں عوام کی جانب سے ٹرمپ کے خلاف شدید غصے کا اظہار دیکھنے میں آیا ہے۔ اسی دوران، داعش (خوارج) گروہ اندرونی کرپشن اور شدید اختلافات کا شکار ہے، جو کہ اس گروہ کے رہنماؤں کی جانب سے زکوۃ، مالِ غنیمت اور بیرونی امداد کو ذاتی مفادات کے لیے استعمال کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ "ایرکسن دستاویزات کے انکشاف" اور نیویارک ٹائمز کی رپورٹس کے مطابق، اس گروہ کے سرکردہ افراد عوامی اموال اور عوام کے ٹیکسز کو غلط طریقے سے استعمال کر رہے ہیں۔ اس صورتِ حال نے ان کے اندر بے اعتمادی، اختلاف اور کمزوری پیدا کی ہے، جو ان کی زوال پذیری کی واضح وجوہات میں سے ایک سمجھی جاتی ہے۔

کابل میں داعشی فتنہ گروں کا ایک اہم نیٹ ورک گرفتار

تحریر: اداره المرصاد

المرصاد کو ایک ذریعے سے اطلاع ملی ہے کہ گزشتہ بدھ ۱۰ جولائی ۲۰۲۴ء کو امارت اسلامیہ کی سپیشل فورسز نے کابل شہر کے پانچویں ضلع میں داعشی فتنہ گروں کے ایک خفیہ ٹھکانے پر آپریشن کیا اور ان کے ایک اہم نیٹ ورک کے متعدد ارکان گرفتار کر لیے اور خفیہ ٹھکانے سے بھاری مقدار میں دھماکی خیز مواد، اسلحہ اور گولہ بارود برآمد کر لیا۔

داعشی فتنہ گروں کا یہ نیٹ ورک محرم الحرام کی رسومات پر مہلک حملوں کا ارادہ رکھتا تھا۔

بتایا گیا ہے کہ اس خفیہ ٹھکانے کا انچارج ایک ایسا افغان ہے جو ایک ہمسایہ ملک میں رہتا تھا، اور اسے داعش خراسان نے بھرتی کیا جس کا ہیڈ کوارٹر بلوچستان میں ہے۔ پہلے اس کا ایک پاکستانی خاتون کے ساتھ نکاح کروایا گیا، پھر تربیت دی گئی اور پھر افغانستان بھیج دیا گیا۔

ذرائع نے مزید کہا کہ گرفتار شدگان میں وہ داعشی فتنہ گر بھی شامل ہیں کہ جو کچھ ماہ قبل کابل کے علاقے کوٹھہ سنگی میں ایک اہل تشیع کی گاڑی پر حملے میں ملوث تھے۔

کہا جاتا ہے کہ اس نیٹ ورک سے پاکستان کے بعض دینی علماء، مدارس اور حکومت مخالف سرکردہ شخصیات اور سیاست دانوں کی ایک فہرست بھی ہاتھ لگی ہے جنہیں داعشی فتنہ گر دہشت گردی کا نشانہ بنانا چاہتے تھے اور ان میں سے بعض دہشت گردی کا نشانہ بنے بھی ہیں۔ اسی طرح افغانستان کے ایک اور پڑوسی ملک میں بھی ان سے بعض اہداف کی فہرست ہاتھ لگی ہے۔

فتنۂ تاریک

خوارج مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں اور ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں قتل کے قابل سمجھتے ہیں۔

دلیل: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والخوارج هم أول من كفر المسلمين؛ يكفرون بالذنوب و يكفرون من خالفهم في بدعتهم ويستحلون دمه وماله."

[مجموع الفتاوی ۲۷۹ / ۳]

"اور خوارج وہ پہلے لوگ تھے جنھوں نے مسلمانوں کو کافر قرار دیا؛ وہ گناہوں کی وجہ سے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، اور جو کوئی ان کی بدعت کا مخالف ہو، اسے بھی کافر سمجھتے ہیں، اور اس کے خون اور مال کو حلال سمجھتے ہیں۔"

اسی طرح داعشی خوارج بھی مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں؛ چاہے وہ مسلمان ایک عالم ہو، مجاہد ہو یا عام انسان؛ وہ ان کے قتل کو جائز بلکہ باعثِ ثواب سمجھتے ہیں۔ یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔